غدارِ پاکستان

آستین کا سانپ

ڈاکٹر اِمِّ خولہ

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دو امریکی سائنس دانوں ڈاکٹر اسٹیون وائنبرگ (DR. STEVEN WEINBURG) جو آج کل ٹیکساس Texas آسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں' اور ڈاکٹر شیلڈن گلاشو (DR. SHELDON GLASHOW) آف ہاورڈ یونیورسٹی سمیت ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو 1979ء کا مشترکہ نوبل انعام دیا گیا اور ان تینوں میں نوبل انعام کی رقم برابر برابر تقسیم کی گئی۔

محترم تنویر قیصر شاہد اپنے ایک مضمون "عالم اسلام کے خلاف امریکی یہودیوں کی سازشیں" میں لکھتے ہیں۔

"یہودیوں کا ہمیشہ سے یہ خیال اور نظریہ رہا ہے کہ ہم ساری دنیا کے حکمران بن سکتے ہیں اور خدا نے ہمیں اسی عالمی حکمرانی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس نظریے کے حامیوں میں معروف یہودی سائنس دان بھی شامل رہے ہیں جن میں معروف عالم طبیعات ڈاکٹر البرٹ آئن اسٹائن سرفہرست ہیں۔ آئن سٹائن نے اپنی تصنیف My Later Days (اشاعت 1950ء) میں لکھا ہے: "میری صیونیت سے محبت اور یہودی ازم سے وابستگی تقاضا کرتی ہے کہ دنیا میں یہودیوں کا کوئی خاص وطن نہ ہو جو مخصوص سرحدوں تک سکڑ کر رہ جائے۔ ہمیں تو ایسی مملکت کے حصول کے لئے راہیں ہموار کرنی چاہئیں جس کی سرحدیں ساری دنیا پر محیط ہوں اور جس کی افواج ساری دنیا کو اپنے تابع رکھ سکیں۔"

یہودی آئن شائن کو کس نظر سے دیکھتے تھے' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب 1952ء میں اسرائیلی صدر ڈاکٹر وائز مین کا انتقال ہوا تو آئن شائن کو اسرائیلی صدر بننے کی پیشکش کی گئی جسے اس نے مسترد کر دیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ آئن شائن کو نوبل پرائز میں جو رقم ملی' اس کا نصف اس نے اسرائیل میں بننے والی نئی مذہبی یونیورسٹی (عبرانی یونیورسٹی) کو عطا کر دی۔"

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اکتوبر 1997ء)

بالکل اسی طرح ڈاکٹر عبدالسلام نے نوبل پرائز سے ملنے والی رقم کا دسواں حصہ قادیانی جماعت کے فنڈ میں دیا اور باقی رقم اٹلی میں قائم اپنے سائنسی مرکز کو دے دی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اسٹیون وائنبرگ نے ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز ملنے پر شدید احتجاج کیا تھا اور اپنے ایک ریڈیو انٹرویو میں کہا تھا کہ

"ڈاکٹر عبدالسلام نے کوئی اہم سائنسی پیش رفت نہیں کی کہ انہیں اس اہم انعام کا مستحق ٹھہرایا جائے بلکہ انہیں ایک خاص اور ان دیکھے منصوبے کے تحت ہمارے ساتھ نتھی کیا گیا ہے جو سخت بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے"

پاکستان کے نامور سپوت جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو ملنے والے نوبل انعام پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"ڈاکٹر عبدالسلام کو ملنے والا نوبل انعام نظریات کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ وہ 1857ء سے اس کوشش میں تھے کہ انہیں نوبل انعام ملے اور آخر آئن شائن کی صد سالہ وفات پر اس کا مطلوبہ انعام دے دیا گیا۔ دراصل قادیانیوں کا اسرائیل میں باقاعدہ مشن ہے جو ایک عرصے سے کام کر رہا ہے۔ یہودی چاہتے تھے کہ آئن شائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کر دیا جائے۔ سو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بھی اس انعام سے نوازا گیا۔"

(انٹرویو ڈاکٹر عبدالقدیر ہفت روزہ چٹان لاہور 6 فروری 1984ء)

ہمارے ہاں ڈاکٹر عبدالسلام ہمیشہ کلیدی عہدوں پر فائز رہے۔ وہ ایک عرصہ تک ایٹمی انرجی کمیشن کے رکن اور بعد میں ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیمی کمیشن' سائنٹیفک کمیشن' نیشنل سائنس کمیشن' پاکستان اکیڈمی

آف سائنس اسلام آباد اور پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کے بھی رکن رہے۔ وہ انجمن ترقی سائنس پاکستان کے صدر، "سپارکو" کے صدر اور پاکستان کی جانب سے بین الاقوامی ایٹمی انرجی ایجنسی کے گورنر بھی رہے۔ 1952ء سے 1954ء تک پنجاب یونیورسٹی میں میتھ ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ رہے۔ کراچی پریس کلب نے انہیں تاحیات رکن بنایا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ اور پنجاب کی تعلیمی پالیسی مرتب کرنے کا فریضہ بھی انہیں سونپا گیا۔

صدر ایوب نے اپنے دور حکومت میں ڈاکٹر عبدالسلام کو سائنس کے شعبہ میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز کیا۔ وزیراعظم بھٹو کے زمانہ میں وہ ان کے سائنسی مشیر رہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے انہیں ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دی اور کہا کہ ہمیں ڈاکٹر عبدالسلام پر فخر ہے۔ سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے عبدالسلام کی بیماری کے موقع پر ان کے لئے درازی عمر اور تیزی سے صحت یابی کی دعا مانگی اور سرکاری خرچ پر علاج و معالجہ کی پیش کش کی۔ برطانوی ہائی کمشنر کو ڈاکٹر صاحب کی صحت کے بارے میں وزیراعظم ہاؤس کو لحہ بہ لحہ رپورٹ دینے اور علاج کے سلسلہ میں ان کے خاندان کی ہر ممکن مدد کرنے کی ہدایت کی گئی۔ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے اپنے دور برطانیہ کے موقع پر ان سے ملاقات کی اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس ملاقات میں ان کے ساتھ جناب الٰہی بخش سومرو اور سرتاج عزیز بھی موجود تھے۔

حکومت پاکستان نے مختلف مواقع پر انہیں ستارہ پاکستان' پرائیڈ آف پرفارمنس' تمغہ و ایوارڈ حسن کارکردگی اور پاکستان کا سب سے بڑا سول اعزاز "نشان امتیاز" عطا کئے۔ ایٹمی توانائی کمیشن کی طرف سے انہیں خصوصی نشان دیا گیا۔ پاکستان لیگ نے گولڈ میڈل دیا اور ان کی وفات پر گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنی تاریخی لائبریری کا نام ڈاکٹر عبدالسلام پر رکھ دیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی جائے پیدائش (گھر) واقع جھنگ کو قومی یادگار کے طور پر محفوظ رکھنے کے لئے اس کی فوری مرمت اور بجلی پر لاکھوں روپے خرچ کئے گئے۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی سترویں سالگرہ حکومتی سرپرستی میں منائی گئی اور اس

سلسلہ میں اسلام آباد' لاہور اور کراچی میں پروگرام ہوئے۔ اسلام آباد کی تقریب میں چیئرمین سینٹ وسیم سجاد اور وزیراعظم کی خصوصی معاون بیگم شہناز وزیر علی نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان کے جس حصہ میں بھی گئے' خواہ انہیں صرف قادیانی جماعت کے ارکان کو ہی خطاب کرنا تھا' انہیں ہمیشہ سرکاری پروٹوکول دیا گیا۔ ہر صوبے کا گورنر' وزیراعلیٰ اور میئر وغیرہ ان کے اعزاز میں استقبالیہ اور ضیافت کا اہتمام کرتے۔ اٹامک انرجی کمیشن' پنجاب یونیورسٹی' ملتان یونیورسٹی' پشاور یونیورسٹی' قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد' کراچی یونیورسٹی' یونیورسٹی گرانٹس کمیشن' اولڈ راوینیز' گورنمنٹ کالج لاہور' مختلف بڑے شہروں کی کارپوریشنوں اور دیگر غیر سیاسی تنظیموں نے ہمیشہ ان کے اعزاز میں تقریبات منعقد کیں' اعزازی ایوارڈ دیئے اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور اور اسلام آباد نے انہیں ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگریاں دیں۔ پنجاب یونیورسٹی گرانٹس کمیشن ہر سال فزکس میں اول آنے والے طالب علم کو ڈاکٹر عبدالسلام ایوارڈ دیتی ہے۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود ڈاکٹر عبدالسلام نے ہمیشہ اپنے مذہب "قادیانیت" کا دفاع کرتے ہوئے اسلام اور پاکستان کی مخالفت کی' 1979ء میں سٹاک ہوم میں نوبل انعام وصول کرتے ہوئے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں کہا کہ

"میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا غلام ہوں' پھر مسلمان ہوں اور پھر پاکستانی۔"

(ہفت روزہ "زندگی" لاہور 14 جون 1990ء)

جہاں تک قادیانیوں کے عقائد کا تعلق ہے' اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے' کہا جاسکتا ہے۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد اتنے زیادہ ہیں کہ اس مختصر مضمون میں ان کا شمار ممکن نہیں۔ ملک کی منتخب قومی اسمبلی نے مسلمانوں کے دیرینہ مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے 1974ء میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر ان

کے عقائد کے حوالہ سے جرح کرتے ہوئے 13 روز کی طویل بحث کے بعد متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ اسمبلی کی یہ دلچسپ کارروائی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے قومی اسمبلی کے ریکارڈ سے حاصل کر کے حرف بہ حرف مرتب کر دی ہے' جو تقریباً ہر بک سٹال سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ بحث پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور ہر ذی شعور مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

آئین کے آرٹیکل 260 ب کے مطابق قادیانی/ لاہوری گروپ غیر مسلم اقلیت ہیں۔ قادیانی جماعت نے پارلیمنٹ کے اس آئینی فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وہ آج تک خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ منتخب پارلیمنٹ کے اس تاریخی فیصلہ پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ایک انٹرویو میں ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا تھا کہ

"جو سلوک مسٹر بھٹو نے قادیانیوں سے کیا ہے' اس پر میں یہی دعا کروں گا کہ نہ صرف مسٹر بھٹو بلکہ ان تمام کا بھی بیڑا غرق ہو جو اس فیصلے کے ذمہ دار ہیں۔"

(ہفت روزہ بادبان لاہور جلد 7 شمارہ 5 - 18 مئی 1979ء)

صدر محمد ضیاء الحق نے اپنے دور حکومت میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی استعمال کرنے سے باز رکھنے کے لئے 26 اپریل 1984ء کو ایک صدارتی آرڈیننس نمبر 20 جاری کیا جس کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کو بطور اسلام پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ قادیانیوں نے اس آرڈیننس کو "حقوق انسانی" کے منافی سمجھا اور اس کے خلاف پوری دنیا میں شور مچایا۔ تمام اسلام دشمن طاقتیں بالخصوص بھارت اور مغربی میڈیا ان کی حمایت میں کھل کر سامنے آگیا لیکن مسلمانان پاکستان کی بلند ہمتی اور اسلامی جذبوں سے سرشار ملی یکجہتی کی بدولت قادیانی پوری دنیا میں ذلیل و رسواء ہوئے۔ بالا آخر قادیانیوں نے اس آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جہاں ان کی رٹ درخواست خارج کرتے ہوئے جج صاحبان نے متفقہ طور پر اس آرڈیننس کو درست قرار دیا اور قادیانیوں کے بارے میں لکھا کہ :

"قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔ یہ متناقض ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کو اس امت سے خارج قرار دیا ہے۔ مسلمان انہیں امت مسلمہ سے خارج قرار دیتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس امت سے خارج سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں ایک ہی امت میں سے نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال کہ امت مسلمہ کے افراد کون ہیں؟ برطانوی ہندوستان میں کسی ادارے کے موجود نہ ہونے کی بنا پر حل نہ ہو سکا لیکن اسلامی ریاست میں اس موضوع کو طے کرنے کے لئے ادارے موجود ہیں اور اس لئے اب کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔"

(دیکھئے: PLD 1985 - FSC - 8)

اس کے بعد قادیانیوں نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ میں اپیل دائر کی۔ جہاں سے پھر ان کی درخواست خارج ہوئی۔ اور سپریم کورٹ کے 5 معزز جج صاحبان نے اپنے متفقہ فیصلہ میں لکھا کہ:

"اس ترمیم نے مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو جو عموماً" احمدیوں کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ترمیم جمہوری' پارلیمانی' نیز عدالتی طریقے پر کی گئی تھی اور پورے ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرار داد میں یہ تصریح بھی موجود تھی کہ: "احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔" اور یہ کہ: "اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس نے جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی' بالاتفاق قرار دیا تھا کہ " قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔" (مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ جلد 4' 1974ء)

(دیکھئے: PLD 1988 SC 667)

لاہور ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ نے اپنے ایک فیصلہ میں لکھا کہ :

"مرزا غلام احمد قادیانی نے بذات خود "محمد رسول اللہ" ہونے کا اعلان کیا اور ان تمام لوگوں کے خلاف بے حد غلیظ زبان استعمال کی جنہوں نے اس کی جھوٹی نبوت کے دعوے کو مسترد کیا اور اس (مرزا غلام احمد قادیانی) نے خود اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کی پیداوار یعنی اس کا "خود کاشتہ پودا" ہے۔ لہٰذا جب وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود "محمد رسول اللہ" ہے اور اس کے پیروکار اس کو ایسا ہی مانتے ہیں' تو اس صورت میں وہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی شدید توہین اور تحقیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔" (دیکھئے: PLD 1987 Lahore, 458)

کوئٹہ ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب جسٹس امیرالملک مینگل نے اپنے ایک فیصلہ میں اس آرڈیننس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ :

"دفعہ ب۔ 298 تعزیرات پاکستان اور دفعہ ج۔ 298 تعزیرات پاکستان' دو آزاد دفعات ہیں جو الگ الگ جرائم کا تعین کرتی ہیں۔ دفعہ۔ 298 کا ابتداء" یہ منشاء تھا کہ مقدس ہستیوں' ناموں' القابوں اور مقامات وغیرہ کو بے جا استعمال ہونے سے محفوظ رکھا جائے لیکن دفعہ ج۔ 298 کسی قادیانی کو اس کے طریقہ کار اور عام طرز عمل کے لئے اس صورت میں سزا دہی کا مستوجب قرار دیتی ہے' جب وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اپنے آپ کو مسلم ظاہر کرتا ہے' یا اپنے عقیدے کو اسلام کہتا یا اس کا حوالہ دیتا ہے' یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا نشرو اشاعت کرتا ہے' یا کسی نظر آنے والی قائم مقامی کے ذریعے یا کسی بھی اور طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکاتا ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دفعہ ج۔ 298 تعزیرات پاکستان کے الفاظ میں مجلس قانون ساز کا منشا دریافت کرنے کے لئے کوئی ابہام موجود نہیں ہے۔" (دیکھئے: PLD 1988- Quetta 22)

لاہور ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں نے قادیانیوں کے صد سالہ جشن منانے پر پابندی عائد کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

"مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ احمدی مرزا صاحب کو حضرت محمدؐ کا بدل مانتے ہیں۔ اس لئے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ "محمد رسول اللہ" کا استعمال ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرمؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295- سی ت پ (جس کی سزا' سزائے موت ہے) کے دائرہ میں آتا ہے۔" "عام لوگ یعنی امت مسلمہ احمدیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی تبلیغ کی مزاحمت و مخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔ ایسا کرنے سے قادیانیوں کے' ان کے مذہب کے پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق پر نہ کوئی زد پڑتی ہے اور نہ اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔"

(دیکھئے: PLD 1992 Lahore)

لاہور ہائیکورٹ کے جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قادیانیوں کی طرف سے شعائر اسلامی کی بے حرمتی پر اپنے ایک فیصلہ میں لکھا کہ :

"اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی یا مرزا قادیانی کے دوسرے پیروکار زیر دفعہ 298-B پی پی سی کے تحت کچھ مخصوص کلمات مثلاً امیرالمومنین' خلیفتہ المومنین' خلیفتہ المسلمین' صحابی یا اہل بیت وغیرہ کا استعمال نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ مذکورہ ممنوعہ کلمات قادیانیوں کو اس بات کا لائسنس نہیں دے دیتے کہ وہ دیگر اس قسم کے مشابہ کلمات یعنی (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) یا شعائر اسلام استعمال کریں جو عام طور پر عام مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے یہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہوں گے' جو قانون کے مطابق ممنوع ہے۔"

(دیکھئے: PLD 1992 Lahore)

1993ء میں قادیانیوں نے دوبارہ سپریم کورٹ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کو چیلنج کیا۔ سپریم کورٹ کے فل بینچ نے اپنے متفقہ فیصلہ میں لکھا کہ :

"اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً" شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے نہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں

ایک اور "شدی" تخلیق کرنے کے مترادف ہو گا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر' جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔ (تفصیلات کے لئے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار پر یا نمائشی دروازوں پر یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے' جس نے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔"

"ہم یہ نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لئے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کس قدر دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخرکار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لئے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں۔"

(دیکھئے: SCMR August 1993)

لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر عبدالسلام جب بھی پاکستان آئے' انہوں نے اپنے اخباری انٹرویوز اور خطابات میں ہمیشہ خود کو مسلمان کہا۔ پارلیمنٹ اور اعلیٰ عدالتوں کے متفقہ فیصلوں کا مذاق اڑایا اور اگر ڈاکٹر صاحب کے ان خلاف اسلام بیانات پر کسی عالم دین نے ان کی توجہ مبذول کروائی تو ڈاکٹر صاحب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ

"پاکستان میں "ملا کریسی" سائنسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔"

(روزنامہ جنگ لاہور 26 جنوری 1985ء)

حالانکہ "ملا" بے چارے نے کبھی سائنس کی مخالفت نہیں کی بلکہ ہمیشہ سائنس کی ترقی' ایٹمی میدان میں پاکستان کی کامیابی اور ڈاکٹر عبدالقدیر خاں ایسے محسن پاکستان کی حمایت و حوصلہ افزائی کی ہے اور جس حکومت نے بھی پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو سبوتاژ کرنے کی ناپاک جسارت کی تو "ملا" نے ہمیشہ میدان میں بڑھ کر نہ صرف مذمت کی بلکہ اس کی حفاظت کے لئے ہر قدم اٹھانے کا عہد کیا۔ ہاں البتہ "ملا" قادیانیت کی تبلیغ و تشہیراور ترقی کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹ رہا ہے اور وہ اسے' اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں "ملا" نے 10 ہزار جانوں کا نذرانہ پیش کرکے قادیانیت کی ترقی روک دی تھی اور یہی بات ڈاکٹر عبدالسلام کو اندر ہی اندر سے گھن کی طرح کھائے جا رہی تھی۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں کے باوجود ہمارے نام نہاد دانشوروں نے جن کی اسلام اور پاکستان سے وفاداریاں تشویش ناک حد تک مشکوک ہیں' ہمیشہ ڈاکٹر عبدالسلام کی بے جا حمایت کی اور انہیں ایک ہیرو کے طور پر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس انہوں نے محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی ہر محاذ پر حوصلہ شکنی کی اور انہیں ہمیشہ ذہنی اذیتیں دینے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی دانشوروں کے ایک گروہ نے اسلام آباد میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی فرضی قبر بنا کر اس پر جوتے مارے اور مردہ باد کے نعرے لگائے۔ افسوس یہ ہے کہ محسن کش اور ناشکری پاکستانی قوم نے اس پر اپنے کسی خاص ردعمل کا اظہار نہیں کیا حالانکہ یہ ایک ایسا سانحہ تھا کہ جس پر تمام محبان پاکستان کو ایسا شدید ترین احتجاج کرنا چاہیے تھا کہ آئندہ کے لئے ایسے پاکستان دشمن عناصر عبرت حاصل کرتے۔

انڈیا پاک پیپلز فورم کی سرگرمیاں پاکستان دشمن ہیں
ڈاکٹر قدیر کے خلاف مظاہرہ کرنے والی تنظیموں پر
پابندی لگائی جائے (متعدد رہنماؤں کا مطالبہ)

"سیاسی اور سماجی رہنماؤں نے اسلام آباد میں محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر

خاں اور دفاع پاکستان کے خلاف نام نہاد تنظیموں کے مظاہرے اور اس میں تقسیم ہونے والے لٹریچر کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کے موقف کے خلاف اور مسلح افواج کے بارے میں غیر حقیقت پسندانہ رائے کا اظہار کرنے والی غیر ملکی سرمائے سے چلنے والی تنظیموں پر پابندی عائد کی جائے اور ان کے معاملات کی چھان بین کی جائے' گزشتہ روز راجہ محمد ظفر الحق' مسلم لیگ (ن) کے سینئر نائب صدر محمد اعجاز الحق' نائب صدر شیخ رشید احمد' جماعت اسلامی کے رہنماؤں سمیت کئی دیگر رہنماؤں نے اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انڈیا پاک پیپلز فورم اور مظاہرے میں شریک دیگر تنظیموں کی سرگرمیوں اور مالی معاملات کی تفتیش کی جائے کیونکہ گزشتہ کچھ عرصہ سے خاص طور پر پیپلز فورم نامی تنظیم کی پر اسرار اور پاکستان دشمن سرگرمیوں میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔"

(روز نامہ پاکستان لاہور 8 جولائی 96ء)

"اسلامک بم" کے باعث بھارت نے ہم سے لڑائی کی جرات نہیں کی (چوہدری شجاعت حسین)

"مسلم لیگ پنجاب کے صدر چوہدری شجاعت حسین نے کہا ہے کہ "اسلامک بم" کے خوف کے باعث گزشتہ 27 سال سے ہمارے ازلی دشمن بھارت نے ہمارے ساتھ جنگ لڑنے کی جرات نہیں کی اور اگر حکومت نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیے تو اس سے ہم دشمن کے لیے "تر نوالہ" ثابت ہوں گے۔ لیکن محب وطن اپوزیشن ایٹمی پروگرام کو سبوتاژ کرنے کی حکومتی ناپاک کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں ہونے دے گی۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جشن آزادی کے سلسلہ میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ حکمرانوں کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ وفاقی دارالحکومت میں ایٹمی پروگرام کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی قبر بنا کر جوتے مارے گئے۔

(روز نامہ نوائے وقت لاہور 16 اگست 96ء)

سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے حق میں مظاہرہ
بھارتی سفارت خانے نے سپانسر کیا (حمید گل)

"آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل نے انکشاف کیا ہے کہ 6 اگست کو ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری پر پابندی کے معاہدے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے حق میں مظاہرہ کرنے والی غیر سرکاری سماجی تنظیموں کو بھارتی سفارخانے نے سپانسر کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حکومت نے اس واقعہ کا نوٹس تک نہیں لیا۔"

(روزنامہ خبریں لاہور 12 اگست 96ء)

مدیر "سرراہے" اپنے کالم میں لکھتے ہیں

"آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل نے انکشاف کیا ہے کہ چھ اگست کو سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے حق میں مظاہرہ کرنے والی غیر سرکاری سماجی تنظیموں کو بھارتی سفارتخانے نے سپانسر کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حکومت نے اس واقعے کا نوٹس نہیں لیا۔

چھ اگست کو جن غیر سرکاری تنظیموں نے اسلام آباد میں مظاہرہ کیا تھا انہوں نے صرف سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا مطالبہ ہی نہیں کیا تھا بلکہ پاکستان کے ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر کا جنازہ بھی نکالا تھا اور پھر ان کی فرضی "لاش" کو قبر میں دفن کر دیا تھا۔ یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ اس پر حکومت کو ہل جانا چاہیے تھا لیکن حکومت نے اس کا نوٹس تک نہیں لیا۔ جنرل حمید گل کا کہنا ہے کہ اس مظاہرے کو بھارتی سفارت خانے نے سپانسر کیا تھا لیکن ہمارا خیال ہے کہ مظاہرین کو اس حکومتی طبقے کی آشیرباد بھی حاصل تھی جو عوام کے غیض و غضب کو دیکھتے ہوئے سی ٹی بی ٹی کو مسترد کرنے کا اعلان تو کرتا ہے لیکن اندرون خانہ وہ اس معاہدے پر دستخط کرنے کو تیار ہے۔ اگر مظاہرین کو حکومت کی طرف سے اطمینان حاصل نہ ہوتا تو وہ پاکستان کے خلاف اس قسم کے مظاہرے کی جرات ہی نہ کرتے۔ حکومت کی

خاموشی ہمارے اس موقف کو مزید مضبوط بنا رہی ہے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 13 اگست 96ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور دیگر تنظیموں کا ردعمل

❑ "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماء مولانا اللہ وسایا' مولانا اسماعیل شجاع آبادی اور حاجی عبدالحمید رحمانی نے انڈیا پاک پیپلز فورم کی طرف سے معروف سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر کے خلاف نکالے جانے والے جلوس کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر قدیر محسن پاکستان ہے۔ جس نے نامساعد حالات میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے لیے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ساری قوم ڈاکٹر قدیر کی احسان مند ہے۔ ڈاکٹر قدیر کے اس حیرت انگیز کارنامے کے بعد بھارت کو پاکستان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرات نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے ڈاکٹر قدیر اب بھارت کی نظر میں ایک مجرم ہے جسے وہ ہر ممکن نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اب بھارت نے انڈو پاک پیپلز فورم کی طرف سے ڈاکٹر قدیر کے خلاف مہم چلائی ہے جو انتہائی شرمناک حرکت ہے۔

انہوں نے کہا کہ یہ فورم بھارتی ایجنسی را کا تخلیق کردہ ہے جس کا مقصد پاکستان میں بھارتی تسلط قائم کرنا ہے' اس فورم کے زیر اہتمام مختلف سیمینارز میں اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف باتیں کی جاتی ہیں۔ فوج اور اس کے اسلامی تشخص کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ نظریہ پاکستان کو فرسودہ کہا جاتا ہے۔ اسلامی جنگوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اسلامی شعائر کی توہین کی جاتی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود حکومتی اداروں کی خاموشی معنی خیز ہے۔

انہوں نے کہا کہ انڈیا پاک پیپلز فورم' پاکستان میں انسانی حقوق کمیشن کا ذیلی ادارہ ہے' ڈاکٹر مبشر' آئی اے رحمٰن' عاصمہ جہانگیر' حنا جیلانی' حسین نقی وغیرہ اس فورم اور انسانی حقوق کمیشن کے سرکردہ افراد میں سے ہیں۔ انہوں نے چیف آف آرمی سٹاف جنرل کرامت جہانگیر سے مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر اس فورم کی سرگرمیوں کا نوٹس لے کر کارروائی کی جائے اس فورم پر پابندی عائد کرکے ذمہ

داران کو ملک بدر کر دیا جائے ورنہ اس فورم کی سرگرمیاں ملکی سلامتی کے لیے نہایت نقصان دہ ثابت ہوں گی۔"

❑ "پاک انڈیا پیپلز فورم کے خلاف پاکستان سے غداری' دنیا کے نامور سائنس دان اور ایٹمی پروگرام چلانے والے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو جان سے مارنے کی دھمکی اور ارادہ قتل کی دفعات کے مطابق مقدمہ درج کرنے کی درخواست تھانہ آبپارہ میں دے دی گئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق پیر کی شام وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی متعدد تنظیموں کی طرف سے پاکستان انڈیا پیپلز فورم کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین' پاکستان کے پر امن ایٹمی پروگرام اور ملک کے نامور سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف مہم چلانے' جان سے مارنے کی دھمکیاں دینے والی مذکورہ تنظیموں کو ملک دشمن قرار دینے اور ان کے سر پرستوں کے خلاف پاکستان سے غداری کا مقدمہ درج کرنے کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اس موقع پر مظاہرین نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے حق میں نعرے لگائے اور غداروں کے پتلے نذر آتش کیے۔"

(روز نامہ نوائے وقت لاہور 13 اگست 96ء)

❑ "صحافیوں' ڈاکٹروں' وکلا اور مزدوروں کی پندرہ سے زائد تنظیموں نے ایٹمی پروگرام کو جاری رکھنے' ایٹمی دھماکہ کرنے' ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی حمایت اور ملک کے دفاعی منصوبوں کو برقرار رکھنے کے حق میں ہفتہ کو یہاں زبردست مظاہرہ کیا۔ مظاہرے کا اہتمام راولپنڈی اسلام آباد میں یونین آف جرنلسٹس نے کیا تھا جس میں پی آئی اے کے ملازمین کی یونین پیاسی' ریلوے کی پریم یونین اور سی ڈی اے کی یونین' وفاقی انجمن شہریان' پرنٹنگ پریس ورکز ایسوسی ایشن' ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن اور ملٹری اکاؤنٹس ایمپلائز یونین سنٹرل باڈی کے علاوہ دوسری ٹریڈ یونینز نے بھی شرکت کی۔ بعد میں ارجنٹینا پارک جہاں چھ اگست کو سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے حق میں مظاہرہ کرنے والی تنظیموں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی مصنوعی قبر بنائی تھی' جلسہ کیا گیا۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے سعود ساحر نے کہا کہ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو' بری فوج کے سربراہ جنرل جہانگیر کرامت اور دیگر حساس

اداروں کے ذمہ داران محسن پاکستان اور ایٹمی پروگرام کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی مصنوعی قبر بنانے، ایٹمی پروگرام اور فوج کے خلاف مظاہرہ کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں کے خلاف حکومت کی کاروائی سے قوم کو آگاہ کریں۔ افسوس ہے کہ بھارت سے را کے ایجنٹ ڈاکٹر کے روپ میں اسلام آباد آکر ہمارے ایٹمی پروگرام اور فوج کے خلاف مظاہروں میں شریک ہوتے ہیں اور ہمارے حساس اداروں کو پتہ تک نہیں چلتا۔ وفاقی وزیر پٹرولیم و قدرتی وسائل انور سیف اللہ خان نے گزشتہ دنوں ایسی تقریب کا افتتاح کیا جس میں را کے ایجنٹ شریک تھے۔ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے رہنما لیاقت علی بنوری نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر کی قبر بنانے والے قومی مجرم ہیں۔ پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن پنجاب کے پریس سیکرٹری جمال ناصر نے کہا کہ حکومت کو دفاعی معاملات اور حساس اداروں کی کارکردگی بہتر بنانی چاہیے۔ پریم یونین کے مرکزی رہنما اشتیاق آسی نے کہا کہ اگر آئندہ کسی نے اسلام آباد میں ملک دشمن مظاہرے کا اہتمام کیا تو ہم انتظامیہ کو خاطر میں لائے بغیر خود ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔ راولپنڈی پریس کلب کے جنرل سیکرٹری رانا غلام قادر نے کہا کہ ایٹمی پروگرام کے خلاف مظاہرہ کرنے والی این جی اوز، اصل میں ہمارے ملک میں محب وطن لوگوں کا امتحان لینا چاہتی تھیں کہ ان میں وطن کی محبت کا جذبہ کس قدر ہے۔ مظاہرے سے وفاقی انجمن شہریان کے خالد قریشی، پرنٹنگ پریس ورکرز یونین اور سی ڈی اے کی یونین کے رہنما محمد یاسین، ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے ریاض بلوچ نے بھی خطاب کیا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 18 اگست 96ء)

❑ "رکن صوبائی اسمبلی انعام اللہ خان نیازی نے اسلام آباد میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف جلوس کو حکومت کی وطن دشمنی قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 6 اگست کو CTBT کے حق میں مظاہرہ حکومتی گماشتوں کے ایماء پر بعض نام نہاد تنظیموں نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی توہین فرد واحد کی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کی توہین ہے۔ وہ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے محسن ہیں۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 19 اگست 96ء)

حکومتی کارروائی

❑ "ذمہ دار ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے سی ٹی بی ٹی کے حق میں اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف گزشتہ دنوں یہاں احتجاجی مظاہرہ کرنے والی 13 کے قریب غیر سرکاری تنظیموں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس بارے میں ان تنظیموں سے جواب طلبی کی گئی ہے۔ ذرائع کے مطابق گزشتہ دنوں آبپارہ چوک میں ہیرو شیما پر بم گرائے جانے کے دن کے موقع پر 13 کے قریب این جی اوز نے احتجاجی مظاہرہ کیا' پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف نعرے لگائے تھے جس پر ملک کے عوام اور نامور سیاسی رہنماؤں نے شدید احتجاج کیا تھا اور حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان تنظیموں کے خلاف کارروائی کرے جس پر حکومت نے ان تنظیموں سے جواب طلبی کرلی ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ حکومت ایسی تمام این جی اوز پر پابندی لگانے پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے جو کہ ملک کے مفاد کے منافی سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور آئندہ چند روز تک اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا جائے گا۔"

(روزنامہ خبریں لاہور 10 اگست 96ء)

❑ "انسپکٹر جنرل پولیس اسلام آباد عبدالقادر بھٹی نے کہا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر قدیر خان کے خلاف مظاہرہ اور ان کی قبر پر چراغاں اور نعرے مارنے کا واقعہ سنگین نوعیت کا ہے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 20 اگست 96ء)

❑ "ڈاکٹر قدیر کے خلاف نکالے گئے جلوس کے منتظمین کے خلاف ابھی تک مقدمہ درج نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں بابر اعوان ایڈووکیٹ اور اسلامی نظریہ کونسل کے رکن صاحبزادہ علامہ یونس کاظمی نے درخواستیں دائر کر رکھی ہیں' اس بارے میں جب تھانہ آبپارہ سے رابطہ کیا گیا تو اس نے بتایا کہ درخواستیں لیگل برانچ کو بھجوا دی گئی ہیں۔ وہاں سے جواب آنے پر کوئی کارروائی ہوگی۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 18 اگست 96ء)

"آستین کے سانپ" کے عنوان سے
عبدالقادر حسن اپنے کالم (غیر سیاسی باتیں) میں لکھتے ہیں

"اس ملک میں اور اس قوم پر یہ وقت بھی آنا تھا کہ اس کے دارالحکومت میں محافظ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف جلوس نکالا جائے اور جسارتیں یہاں تک بڑھیں کہ ان کی قبر بھی بنائی جائے۔ اسلام آباد راولپنڈی میں آباد پاکستانیوں کی بے حسی بلکہ بے حمیتی کی انتہا ہے کہ انہوں نے یہ تماشا دیکھا اور چپ رہے اور ہماری حکومت جو کبھی چپ نہیں ہوتی' اس سانحہ پر خاموش ہے۔ جنرل حمید گل نے کہا ہے کہ یہ جلوس اور مظاہرہ بھارتی سفارت خانے کی مالی امداد سے ہوا۔ اس ملک میں سامراجی گماشتوں نے این جی اوز (غیر سرکاری تنظیموں) کا جال بچھانا شروع کر دیا ہے جن کو امریکہ کے زیر اثر ادارے ورلڈ بینک اور عالمی فنڈ وغیرہ سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور ان تنظیموں سے متعلق لوگ اس کا حق نمک ادا کرتے ہیں۔ یہاں ایک "پاک بھارت فورم" بھی بنا ہوا ہے جس کے بارے میں بعض لوگ یقین سے اور بعض مبینہ طور پہ یہ کہتے ہیں کہ اس فورم کو بھارت سرمایہ فراہم کرتا ہے' ایک طریقہ واردات یہ بھی ہے کہ امریکہ کی بعض یونیورسٹیاں بھی تحقیق کے نام پر ان تنظیموں کی مالی امداد کرتی ہیں۔ بہرکیف جو ادارے بھی مالی امداد کرتے ہیں' ان کے اپنے مخصوص مقاصد ہیں اور ایک "پاکستان دشمنی مقصد" تو کھل کر سامنے آیا ہے اور پاکستان کی ایٹمی طاقت کے خلاف یہ مظاہرہ ہوا ہے' کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اس کا فائدہ صرف اور صرف بھارت کو جاتا ہے۔

جڑواں دارالحکومت راولپنڈی اسلام آباد سے آنے والی یہ واحد خبر تھی جس پر میں نے یقین نہیں کیا' میرے لیے یہ تصور کرنا ممکن نہیں کہ کوئی کم بخت پاکستانی ایسا بھی ہو سکتا ہے جو ڈاکٹر قدیر جیسے شخص کے خلاف بات کر سکتا ہے اور اس حد تک جا سکتا ہے کہ ایک شاہراہ پر ان کی قبر بناتا ہے۔ اسلام آباد راولپنڈی میں اگر کوئی قبر بنے گی اور ضرور بنے گی تو ان لوگوں کی حسرتوں کی قبر ہوگی۔ لیکن اس وقت سوال یہ ہے کہ ایسی جرات کیسے ہوئی اور یہ سوال میں اگر کسی سے پوچھ

سکتا ہوں تو وہ صدر پاکستان جناب فاروق لغاری ہیں جن کی حب الوطنی پر شک کرنے کی میرے پاس کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ کسی سیاسی پارٹی کے نہیں' پاکستان کے صدر ہیں۔ پاکستان کے مفادات کی حفاظت ان کا پہلا فرض ہے اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے جب یہ اطلاع سنی ہو گی تو وہ میری طرح بلکہ مجھ سے زیادہ پریشان ہوئے ہوں گے کیونکہ ان کی ذمہ داری مجھ سے زیادہ ہے۔ میں تو صرف دو لفظ لکھ کر رو سکتا ہوں لیکن وہ تو ان نام نہاد پاکستانیوں کے خلاف کسی بھی کارروائی کا حکم دے سکتے ہیں۔ ہماری سیاسی حکومت ان دنوں وزارتوں کی تقسیم میں مصروف ہے اور آزاد کشمیر کی فتح کو مکمل کرنے کی فکر میں ہے۔ لیکن جناب صدر کا مملکت پاکستان کے اجتماعی مفادات کے تحفظ کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے اور یہ طے ہو چکا ہے اور پوری قوم اس پر متفق ہے کہ پاکستان کے دفاع کے لیے فی الوقت ایٹمی توانائی سے بڑھ کر اور کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ بالکل یہی وجہ ہے کہ بھارتی ایجنٹ اس سے پریشان ہیں اور اس کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں۔ بھارت کے کچھ ایجنٹ پاکستان میں ایک طرف اگر دھماکے کرا رہے ہیں اور بے گناہ پاکستانیوں کی جانیں لے کر ملک میں بے اطمینانی پھیلا رہے ہیں تو دوسری طرف "دانشوروں" کے ذریعہ فکری محاذ پر قوم کے اندر شکوک اور غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں تاکہ یہ قوم اپنے قومی فکری مرکز سے ہٹ جائے۔ بھارت کی یہ خواہش ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے کہ وہ ہمارا دشمن ہے جو ہر میدان میں ہمارے خلاف بر سر پیکار ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ان پاکستانی دانشوروں کی خباثتیں کیسے برداشت کر رہے ہیں۔ یہ مظاہرہ صرف قدیر خان کے خلاف نہیں' پوری فوج کے خلاف بھی تھا کیونکہ ہر وہ ادارہ جو پاکستان کا دفاع کر سکتا ہے ان لوگوں کے لیے ناپسندیدہ اور ناقابل برداشت ہے جسے اسلام آباد والوں نے ہنسی خوشی برداشت کر لیا۔ تعجب ہے کہ جب یہ مظاہرہ ہو رہا تھا تو وہاں موجود لوگ کیا کر رہے تھے؟ خاموشی کے ساتھ دیکھنے والوں کی آنکھیں پھوٹ کیوں نہ گئیں اور دل پھٹ کیوں نہ گئے۔ کیا کوئی پاکستانی اس قدر بے حس بھی ہو سکتا ہے میرے لیے اس کا تصور کرنا بہت مشکل ہے اور وہ پولیس کہاں تھی جو اس شہر میں اپوزیشن کو پر نہیں مارنے دیتی۔ لیکن پاکستان کی اپوزیشن شاید ہماری

پولیس کے لیے اپوزیشن نہیں ہے' صرف حکومت کی اپوزیشن ہی اپوزیشن ہے۔ ہماری سیاسی جماعتیں بھی پولیس کی طرح خاموش ہیں۔ جنرل حمید گل کے دل میں ہی اضطراب پیدا ہوا اور ان کی بات اخبارات میں چھپی' کسی دوسرے دل کو یہ چوٹ نہیں لگی یا بات بات پر احتجاج کرنے والوں نے ابھی تک اس کا اظہار نہیں کیا۔

صدر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ صرف یہی نہ کریں کہ ایسی جماعتوں اور مظاہرہ کے پس پردہ محرکات کی تحقیقات کرائیں بلکہ ان این جی اوز کی باقاعدہ انکوائری کرائیں کہ یہ سوشل ویلفیئر جیسے کاموں کے پردے میں کیا گل کھلاتے ہیں۔ آج انہوں نے ایک مظاہرہ کیا ہے' کل مزید آگے بڑھیں گے اور ملک کے مفادات کے لیے مزید خطرات پیدا کریں گے۔ "گربہ کشتن روز اول بہ" کے دانشمندانہ مشورے پر عمل کیا جائے اور اس فتنے کو مزید بڑھنے سے روکا جائے۔ صومالیہ کی بربادی انہی این جی اوز کا کارنامہ ہے۔ پاکستانی اگر ہوشیار نہ رہے تو یہ آستین کے سانپ ان کو ڈس لیں گے اور پانی پلانے والا بھی کوئی نہیں ہو گا۔"

(روزنامہ جنگ لاہور 14 اگست 96ء)

"اسلام آباد میں ڈاکٹر قدیر کے خلاف جلوس کیوں؟"

اس عنوان سے خوشنود علی خاں اپنے کالم میں لکھتے ہیں

"یقین مانیں' مملکت خداداد پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں "فرزند پاکستان" ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف صرف جلوس ہی نہیں نکلا' اس شہر میں ان کی قبر بھی بنائی گئی اور وہ جو بظاہر پاکستانی تھے' انہوں نے ایٹمی پروگرام کیپ کرنے کے نعرے بھی لگائے اور اسی غصے میں ڈاکٹر عبدالقدیر کا مزار بھی بنا دیا۔

اس مظاہرے پر ابھی تک کسی کے خلاف کوئی پرچہ درج نہیں ہوا' حالانکہ اسلام آباد میں جہاں بھی چند غریب لوگ اکٹھے ہوں' دفعہ 144 لگ جاتی ہے لیکن پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف اور پاکستان کے نامور فرزند ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف اکٹھا ہونے والوں پر کسی نے دفعہ 144 نہیں لگائی' انہیں کسی نے ڈاکٹر عبدالقدیر کی قبر بنانے سے نہیں روکا۔ میں حیران ہوں قائد حزب اختلاف

سے قائد ایوان تک' سب کے بیانات اخبارات میں روزانہ موجود ہوتے ہیں لیکن وہ اپوزیشن جس کا سٹینڈ یہ ہے کہ ایٹمی پروگرام کیپ نہیں کرنا چاہئے' انہیں اس جرم کی سزا یہ ملی کہ وہ اقتدار سے باہر کر دیئے گئے' بالکل اسی طرح پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی کتاب میں اور صدر راولپنڈی میں امریکن سنٹر کے سامنے اپنے خطاب میں ایٹمی پروگرام کے حوالے سے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ:

"امریکی کتے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

میں حیران ہوں کہ ان ذوالفقار علی بھٹو کی بیٹی ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف جلوس نکالنے اور ان کی قبر بنانے کی خبروں پر خاموش ہے حالانکہ وہ اس وقت ملک کی وزیراعظم اور چیف ایگزیکٹو ہے۔ جنرل نصیر اللہ بابر جو افواج پاکستان کے جرنیل رہے ہیں اور اس وقت ملک کے وزیر داخلہ ہیں' وہ ایٹمی پروگرام کی اہمیت و افادیت کو سمجھتے ہیں' انہوں نے بھی آئین کے آرٹیکل چھ کو حرکت میں لانے اور ڈاکٹر قدیر کی قبر بنانے والوں کے خلاف غداری کا مقدمہ درج کرانے کے احکامات جاری نہیں کیے۔

اسی طرح میرا قائد حزب اختلاف میاں محمد نواز شریف سے سوال ہے کہ وہ اس مسئلے پر کیوں باہر نہیں نکلے۔ انہوں نے ان بھارتی ایجنٹوں کے خلاف کیوں ریلی نہیں کی۔ جنرل حمید گل سڑک پر کیوں نہیں آئے' جس سڑک پر ایٹمی پروگرام کیپ کرنے والوں نے جلوس نکالا' اگر جنرل حمید گل' میاں محمد نواز شریف یا کوئی بھی دوسرا جلوس نکالنے کا اعلان کر دے تو مجھے یقین ہے کہ وہ جلوس حکومت کے لیے مسئلہ بن جائے گا۔

وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو سے میرا سوال یہ ہے کہ وہ کیوں خاموش ہیں۔ انہوں نے ایٹمی پروگرام کیپ کرنے اور ڈاکٹر قدیر کی قبر بنانے والوں کے خلاف ایکشن لینے کے احکامات کیوں نہیں کیے؟

میرا سوال پوری قوم سے ہے کہ جب اسلام آباد کی سڑک پر ڈاکٹر قدیر کی قبر بن رہی تھی' کیا پورے ملک میں دو چار ایسے لوگ بھی باقی نہیں بچے تھے جو ڈاکٹر قدیر کی قبر بنانے والوں کو جوتے مارتے!"

(روزنامہ خبریں لاہور 12 اگست 96ء)

ہندو پاکستانی بھائی بھائی؟

"بھارتی صحافی کلدیپ نیرّ نے امید ظاہر کی ہے کہ آئندہ برس جب پاکستان اور بھارت اپنی آزادی کے 50 سال مکمل کر چکے ہوں گے' سرحد پر دونوں ممالک کے ہزاروں افراد امن کی شمعیں ہاتھوں میں لیے ایک دوسرے سے ضرور ملیں گے۔ کلدیپ نیرّ نے کہا 14 اور 15 اگست کی درمیانی رات بارہ بجے بھارت کی طرف سے تقریباً" 300 افراد موم بتیاں اٹھائے سرحد پر پہنچے اور "ہندو پاکستانی بھائی بھائی" "ہندو پاکستان دوستی زندہ باد" کے نعرے لگائے۔ ان میں ونود مہتا' سید نقوی اور آرٹسٹ راجو سیٹھی جیسے لوگ شامل تھے۔ پاکستان کی طرف سے کوئی موم بتی نظر نہیں آئی۔ پتہ چلا ہے کہ سات آٹھ افراد نے سرحد تک پہنچنے کی کوشش کی تھی مگر نہ پہنچ سکے جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی' بعد میں پاکستان میں بعض لوگوں سے فون پر بات کی گئی تو ان میں سے اکثر نے پروگرام سے لاعلمی ظاہر کی۔ ویسے انہوں نے اس اقدام کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ وہ آئندہ سال شمعیں لے کر ضرور سرحد پر جائیں گے۔ عاصمہ جہانگیر' ڈاکٹر مبشر حسن' آئی اے رحمٰن اور طاہرہ مظہر علی نے فیکس کے ذریعے اس اقدام کا خیر مقدم کیا۔"

(روز نامہ جنگ لاہور 17 اگست 96ء)

مدیر "سرراہے" اپنے کالم میں اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

بھارتی صحافی کلدیپ نیرّ نے امید ظاہر کی ہے کہ آئندہ برس جب پاکستان اور بھارت اپنی آزادی کی پچاسویں سالگرہ منائیں گے تو واہگہ بارڈر پر دونوں طرف سے ہزاروں لوگ امن کی شمعیں جلا کر ایک دوسرے کو خوش آمدید کہیں گے۔ انہوں نے بتایا کہ اس سال بھی 14 اور 15 اگست کی درمیانی رات کو بارہ بجے بھارت کی طرف سے 300 افراد موم بتیاں اٹھائے سرحد پر پہنچے اور انہوں نے پاک بھارت دوستی کے نعرے لگائے۔ لیکن پاکستان کی طرف سے کوئی موم بتی نظر نہ آئی۔ انہوں نے بتایا کہ عاصمہ جہانگیر' ڈاکٹر مبشر حسن' آئی اے رحمٰن' اور طاہرہ مظہر علی نے فیکس کے ذریعے ان کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا ہے اور یقین دلایا

ہے کہ آئندہ سال وہ شمعیں لے کر ضرور سرحد پر آئیں گے۔

کلدیپ نیر نے جن "معززین" اور "معززات" کے نام گنوائے ہیں وہ تو کب سے مشعلیں جلائے واہگہ باڈر کے خاتمے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن پاکستانی قوم ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ پچھلے دنوں انہی جیسے لوگوں نے اسلام آباد میں پاکستان کے ایٹمی سائنس دان عبدالقدیر خان کا فرضی جنازہ نکالا تھا اور پھر انہیں قبر میں دفن کر دیا تھا۔ لیکن دوسری طرف بھارتی وزیراعظم دیوگوڑا نے اعلان کیا کہ وہ پاکستان کو بھسم کرنے کے لیے اگنی میزائل تیار کرتے رہیں گے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امن کے یہ پجاری بھارت جا کر وہاں کے ایٹمی سائنس دانوں کا جنازہ نکالتے لیکن ان کا سارا زور غریب پاکستان پر چلتا ہے۔ ان کے بھارتی ہمنواؤں کو بھی اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ دیوگوڑا کے اس اعلان کے بعد وہ ان کی ارتھی نکالتے اور شمشان بھومی میں جا کر اس کی چتا جلاتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 18 اگست 96ء)

آستین کے زہریلے سانپ' اسلام آباد کی سڑکوں پر!

(اداریہ ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور)

"چند روز پہلے یہ اندوہناک اور غمناک خبر قومی اخبارات میں شائع ہوئی کہ پاکستان کے عظیم سپوت ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف ایک جلوس نکالا گیا' سڑک کے درمیان ان کی قبر بنائی گئی' ان کا پتلا جلایا گیا' اور ان کے خلاف بے ہودہ نعرے لگائے گئے۔

لوگوں نے یہ تماشا دیکھا اور چپ رہے۔ قومی غیرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ سڑکوں پر لہرانے والے ان زہریلے سانپوں کا سر کچل دیا جاتا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی حرکت کرنے کی کبھی جرات نہ ہوتی۔

حکومت بھی خاموش تماشائی بنی رہی' یہ وہی سڑکیں ہیں جہاں کچھ عرصہ

پہلے محب وطن پاکستانیوں کو اس جرم کی پاداش میں تاک تاک کر گولیوں کا نشانہ بنایا گیا کہ وہ وزیر اعظم ہاؤس کے باہر صرف تھوڑا عرصہ دھرنا دے کر ظالمانہ بجٹ کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کرانا چاہتے تھے۔ حکومت سے یہ برداشت نہ ہو سکا اور چشم زدن میں خون کی ہولی کھیلی گئی نوجوان لاشیں سڑکوں پر تڑپنے لگیں' بچوں' بوڑھوں اور خواتین پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ لیکن وہیں پاکستان کے محسن' عظیم سکالر' بین الاقوامی شہرت یافتہ سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف جلوس نکالا جاتا ہے۔ لیکن اس جلوس کے شرکاء کو ہر قسم کا تحفظ میسر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا قصور کیا ہے؟

کیا ان کا یہ قصور ہے کہ انہوں نے اپنے سائنسی تجربات کو بروئے کار لاتے ہوئے تھوڑے ہی عرصے میں پاکستان کو ایٹمی قوت سے لیس کر دیا ہے؟

صدر پاکستان اور آرمی چیف کا یہ فرض ہے کہ وہ معلوم کرے کہ یہ جلوس نکالنے والے لوگ کون ہیں؟

جنرل حمید گل کا یہ بیان آیا کہ یہ جلوس اور مظاہرہ بھارتی سفارتخانے کے مالی تعاون سے کیا گیا۔ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی ہے کہ یہاں سامراجی گماشتوں نے این جی اوز یعنی غیر سرکاری تنظیموں کے جال بچھانے شروع کر دیئے ہیں اور ان تنظیموں کو ملک دشمن قوتیں سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔ یہاں ایک "پاک بھارت فورم" بھی قائم ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ اسے بھارت سے مالی امداد ملتی ہے۔ اور یہ فورم حق نمک ادا کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔

یہ مظاہرہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی ذات کے خلاف نہیں بلکہ دراصل یہ پاکستان کی ایٹمی طاقت کے خلاف سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نفرت کا اظہار ہے جس کا سراسر فائدہ صرف اور صرف بھارت کو پہنچتا ہے اور پاکستان کے دارالحکومت کی سڑکوں پر یہ شرمناک مظاہرہ بھارت کے نمک خوار ہی کر سکتے ہیں۔ اور ان کو کھلی چھٹی دینے والے بھارت کے بہی خواہ ہی ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی شخصیت پاکستان کا ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ ان کی ہر

پاکستانی کو دل و جان سے قدر کرنی چاہیے۔ اس قسم کی شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ پاکستان کے دفاع کے لیے ایٹمی توانائی سے بڑھ کر اور کوئی اسلحہ نہیں اور یہ اسلحہ تیار کرنے میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان مکمل دسترس رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بھارتی ایجنٹ ان کے خلاف گاہے بگاہے مختلف صورتوں میں نفرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا صدر پاکستان سے پرزور مطالبہ ہے کہ وہ این جی اوز کی خفیہ کارروائیوں کے بارے میں تحقیقات کریں۔ اور نظریہ پاکستان کے خلاف سرگرم عمل قوتوں کو ملیامیٹ کرنے کے لیے فوری طور پر احکامات صادر کریں' آج اسلام آباد میں یہ مظاہرہ ہوا ہے اور کل اس سے بڑھ کر بھی کوئی اقدام سامنے آسکتا ہے۔

حکومت پاکستان کے علاوہ ہر محب وطن پاکستانی کا بھی فرض ہے کہ وہ جہاں بھی اس قسم کی گھناؤنی سازش دیکھیں' غیرت اور جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک دشمن عناصر کا قلع قمع کریں' تاکہ آئندہ کسی بھی غیر ملکی ایجنٹ کو کوئی بھی تخریبی کارروائی کرنے کی جرات نہ ہوسکے۔"

(اداریہ' ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور' ۱۳ ستمبر ۱۹۹۶ء)

ہم اسرائیل سے محبت کرتے ہیں

(اسلام آباد میں شرانگیز وال چاکنگ)

"وفاقی دارالحکومت میں ایک گمنام گروپ نے اسرائیل کو تسلیم کرنے اور اس کے بارے میں تہنیتی نعرے درج کرنے کی ایک خصوصی مہم کے دوران شہر کی اہم ترین شاہراہوں پر "ہم اسرائیل سے محبت کرتے ہیں" کے نعروں پر مبنی وال چاکنگ شروع کر دی ہے۔ چاکنگ میں "I Love Israel" کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یہ نعرے شاہراہ جمہوریت' امریکی سفارت خانے اور ایم این اے ہاسٹلز کو جانے والی سڑکوں پر لکھے گئے

ہیں۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۹۶ء)

اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے مدیر "سر راہے" لکھتے ہیں:

"اسلام آباد سے خبر آئی ہے کہ وفاقی دارالحکومت کے ایک گمنام گروپ نے اسرائیل کے حق میں وال چاکنگ شروع کر دی ہے اور شہر کی اہم سڑکوں پر "آئی لو اسرائیل" کے نعرے درج کر دیئے ہیں۔ ان نعروں کا مقصد اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لئے فضا ہموار کرنا ہے۔ اگرچہ خبر رساں ایجنسیوں نے اس گروپ کو گمنام قرار دیا ہے لیکن اہل پاکستان خوب جانتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بقول شاعر ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت رامی شناسم

ترجمہ: (تم جس طرح کا چاہو لباس پہن لو، میں تمہارے انداز قد سے تمہیں پہچان لوں گا۔) پچھلے دنوں اس گروپ نے پاکستان کے مایہ ناز ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا جنازہ نکالا تھا اور پھر انہیں چوک آبپارہ کے نزدیک دفن کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ ان لوگوں نے دن کی روشنی میں کیا تھا۔ اس لئے انہیں پہچاننے میں کوئی وقت نہیں آنی چاہیے۔ وزیر داخلہ جنرل نصیر اللہ بابر کراچی میں را کے ایجنٹ تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ لیکن چراغ تلے اندھیرا کے مصداق انہیں اسلام آباد میں را کا کوئی ایجنٹ نظر نہیں آتا۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۳ ستمبر ۱۹۹۶ء)

پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف پاک انڈیا

پیپلز فورم کی پریس کانفرنس میں ہنگامہ

"منگل کی شام وفاقی دارالحکومت کے ایک مقامی ہوٹل میں پاکستان انڈیا پیپلز فورم کی پریس کانفرنس اس وقت بدترین ہنگامہ آرائی کا شکار ہوگئی۔ جب فورم کے ایک رکن نے نہ صرف جوہری تجربات کرنے پر پاکستان کی مذمت کی بلکہ احتجاج کرنے والے ایک صحافی کو

گالیاں بھی دیں۔ موقع پر موجود شباب ملی کے کارکنوں نے فورم کے رکن پروفیسر اے ایچ نیر اور دیگر منتظمین کی زبردستی ٹھکائی کر دی اور پریس کانفرنس الٹ دی۔ تفصیلات کے مطابق بھارت اور پاکستان کے درمیان جب سرکاری سفارت کاری کی علمبردار تنظیم پاک انڈیا پیپلز فورم نے پاکستان کی زیر زمین ایٹمی تجربات پر اپنے ردعمل کے اظہار کے لیے منگل کی شام یہاں ایک مقامی ہوٹل میں پریس کانفرنس کا اہتمام کیا۔ جونہی فورم کے اسلام آباد چیپٹر کی سربراہ پروفیسر ڈاکٹر زرینہ سلامت' اقوام متحدہ کی ایک مقامی افسر طاہرہ عبداللہ' کراچی کے دانشور پروفیسر اقبال اور قائداعظم" یونیورسٹی کے پروفیسر عبداللہ حمید نیر کے ہمراہ اپنی نشستوں پر پہنچیں تو سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

صحافیوں نے ان پر واضح کر دیا کہ پریس کانفرنس کے دوران پاکستان مخالف بیان یا ریمارکس قطعاً برداشت نہیں کیے جائیں گے۔ فورم کی پریس کانفرنس میں ان کے ارکان کے علاوہ حیرت انگیز طور پر نوجوان خواتین غیر معمولی تعداد میں موجود تھیں۔ پروفیسر اقبال اور پروفیسر اے ایچ نیر کے علاوہ ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں تھا۔ ان خواتین نے سوال و جواب سے الجھنے کی کوشش کی۔ شباب ملی کے کارکنان جنہیں قبل از وقت سیمینار اور پریس کانفرنس کی اطلاع مل گئی تھی' فورم اور بھارت کے خلاف نعروں پر مبنی پلے کارڈز اور بینر اٹھائے کھڑے تھے۔ پاکستان کے خلاف گالیاں سن کر انہوں نے پروفیسر اے ایچ نیر کی ٹھکائی شروع کر دی۔ اخبار نویسوں نے بڑی مشکل سے پروفیسر اے ایچ نیر کو مشتعل کارکنان کے نرغے سے نکالا۔ پوری پریس کانفرنس درہم برہم ہو گئی۔ ہنگامہ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے ہوٹل کی سیکورٹی کے عملے نے راہ فرار اختیار کی۔ کرسیاں میزیں الٹ گئیں۔ شیشے کے برتن اور گلاس ٹوٹ گئے۔ جبکہ بلوریں جھاڑ فانوس ٹوٹ کر فرش پر بکھر گئے۔ پریس کانفرنس میں ایک امریکی صحافی بھی موجود تھا' جس نے فورم کے ارکان' شباب ملی کے قائدین اور مقامی صحافیوں کے تاثرات تفصیل سے ریکارڈ کیے اور ہنگامہ آرائی کی تصاویر بنائیں"

(روزنامہ "خبریں" لاہور' ۳ جون ۱۹۹۸ء)

پاک بھارت پیپلز فورم کی ہرزہ سرائی

(نوائے وقت کا اداریہ)

"گزشتہ روز اسلام آباد میں پاک بھارت فرینڈ شپ فورم کے جلسے میں اس وقت ہنگامہ ہوگیا جب مقررین نے پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کو اپنی تنقید کا ہدف بنایا۔ مظاہرین نے سخت احتجاج کیا کہ آزادی اظہار کے نام پر پاک بھارت فرینڈ شپ فورم کے دانشور پاکستان کو گالیاں دیتے ہیں۔ انہیں بھارت کے ایٹمی دھماکوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جب پاکستان نے اپنے دفاع کے لیے ایٹمی دھماکے کیے تو یہ دانشور کونوں کھدروں سے نکل کر پاکستان کو برا بھلا کہنے کے لیے اکٹھے ہوگئے۔ یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ پاک بھارت دوستی کے دعویدار دانشور پاکستان کے مفاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جب بھارت نے تین دنوں میں پانچ ایٹمی دھماکے کیے تو یہ دانشور کہاں تھے؟ اسی طرح ۱۹۷۴ء میں بھارت نے جب پوکھران میں پہلا ایٹمی دھماکہ کیا تھا تو اس وقت بھی یہ دانشور خاموش رہے۔ بھارتی دھماکوں کے بعد پاکستان سترہ روز تک اس انتظار میں رہا کہ عالمی رائے عامہ' بھارت کی مذمت کرے جس نے جنوبی ایشیا میں ایٹمی دوڑ شروع کر دی ہے۔ لیکن جب عالمی برادری خاموش رہی تو حفاظت خود اختیاری کے طور پر پاکستان بھی جوابی دھماکوں پر مجبور ہوگیا۔

اس بات کو سراہنے کی بجائے بیرونی پیسوں پر چلنے والی بعض این جی اوز نے پاکستان کے خلاف محاذ کھول لیا اور انہوں نے پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کو مطعون کرنا شروع کر دیا۔ ان دانشوروں میں ایسے لوگ شامل ہیں جو پاکستانی یونیورسٹیوں میں پڑھا رہے ہیں۔ ہم حکومت کو مشورہ دیں گے کہ وہ اس قسم کے اساتذہ کی سرگرمیوں کا نوٹس لے۔ اس قسم کے اساتذہ نے مشرقی پاکستان کے طالب علموں کے دماغ خراب کیے تھے۔ اب یہ لوگ پاکستان میں یہی کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔ حکومت کو اپنے تعلیمی اداروں کو اس قسم کے لوگوں سے پاک کر دینا چاہیے جو ملکی مفاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام جماعتوں اور افراد کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھنی چاہیے جو پاکستان

کے ایٹمی دھماکوں پر منفی ردعمل کا اظہار کر رہے ہیں۔ عوامی نیشنل پارٹی ہو یا بلوچستان نیشنل پارٹی، کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ پاکستان کے مفاد کو نقصان پہنچائے۔ سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق جو ایٹمی دھماکوں کے خلاف رائے عامہ تیار کر رہے تھے، انہیں بھی بھارت کے خلاف دو لفظ کہنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ اب اگرچہ وہ ڈاکٹر لوٹا بن کر پابندیوں کے خلاف باتیں کر رہے ہیں مگر انہوں نے جس سیمینار سے خطاب کیا، وہاں بھی پاکستانی ایٹمی دھماکوں کے خلاف قرارداد منظور کی گئی۔ ایسے لوگ صرف اپنے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ملک و قوم سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہم حکومت کو مشورہ دیں گے کہ وہ ایسے تمام لوگوں پر کڑی نظر رکھے جنہیں پاکستانی مفاد کے مقابلے میں بھارتی مفادات زیادہ عزیز ہیں۔ خاص طور پر غیر ملکی فنڈز سے چلنے والی این جی اوز کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ گھاس کے یہ کیڑے پاکستان اور قوم کی صحت کے لیے مضر ہیں"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۴ جون ۹۸ء)

ڈاکٹر عبدالسلام کے ساتھی پروفیسر ہود بھائی کے متعلق قائداعظم یونیورسٹی کے پروفیسروں اور طلبہ کے تاثرات

اسلام آباد (رپورٹ نوید اکبر، نبیلہ شاہین) پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف واویلا کرنے والے نام نہاد دانشور امریکہ اور بھارت کے ایجنٹ ہیں۔ انڈیا پاکستان فورم کے کرتا دھرتا ڈاکٹر پرویز ہود بھائی، ڈاکٹر نیر اور اقبال احمد کا امریکی ڈالر کھا کر پاکستان کو گالی دینا محبوب مشغلہ ہے۔ حکومت اس ٹولے کی سرگرمیوں کا نوٹس لے کر اس کے خلاف ملک دشمنی کا مقدمہ چلائے۔ ان خیالات کا اظہار قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے پروفیسروں، طلباء اور طالبات نے بدھ کے روز "خبریں" کے موبائل فورم میں کیا۔

قائداعظم یونیورسٹی کے ایک پروفیسر اور اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن کے سابق صدر نے کہا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ذہنی بیمار ہیں، جن کا کام ہر حال میں اپوزیشن میں رہنا ہوتا

ہے۔ یہ لوگ یونیورسٹی کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے طلباء و طالبات کا ایک منظم گروپ بنایا ہوا ہے' جن کی وہ برین واشنگ کر کے انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ایک ٹیچر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس اینٹی پاکستان گروپ کو یقیناً غیر ملکی ایجنسیوں کی این جی اوز کی شکل میں حمایت حاصل ہے' یونیورسٹی کی اکثریت اس اینٹی اسلام اور اینٹی پاکستان گروپ کے خلاف ہے۔

پروفیسر ہود بھائی گروپ نے بدھ کے روز دوپہر کو یونیورسٹی کے فزکس ڈیپارٹمنٹ میں پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف ایک سیمینار کا اہتمام کیا تھا' جسے انتظامیہ نے رکوا دیا۔ اس سلسلے میں طلباء نے کہا کہ اگر اس طرح ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ ہم پاکستان اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنے آپ کو کنٹرول میں نہ رکھ سکتے۔ شعبہ فزکس کی ایک سینئر خاتون پروفیسر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ایک بات سو فیصد ٹھیک ہے کہ اس گروپ کو امریکہ کی بھرپور مدد حاصل ہے' اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ڈاکٹر نیر کو امریکہ کی جانب سے ۴ ہزار ڈالر ماہانہ آفر ہوئی حالانکہ ان کے ۲۵ سالہ تدریسی دور میں ایک بھی طالب علم کو ان سے پی ایچ ڈی کرنے کا شرف حاصل نہیں ہوا' لیکن وہ اپنے طرز عمل سے اپنے طلباء و طالبات کو کچھ اس طرح سے متاثر کرتے ہیں جیسے کسی کو ہپناٹائز کیا جاتا ہے۔

ٹیچرز نے اس بات کا اعتراف کیا' کہ انہوں نے ڈاکٹر ہود بھائی اور نیر گروپ کی وجہ سے شعبہ کے ٹی روم میں جانا چھوڑ دیا کیونکہ یہ گروپ وہاں پاکستان کے خلاف گفتگو کرتا ہے۔ شعبہ فزکس کے چیئرمین ڈاکٹر اسلم بیگ نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر نیر گروپ اور ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے انڈیا پاکستان فورم بنایا ہے' جس کا مقصد کھلم کھلا پاکستان کی مخالفت کرنا ہے۔ ڈاکٹر نیر ایک استاد ہیں' انہیں اپنے آپ کو صرف اور صرف ایک استاد ہی سمجھنا چاہیے۔ شعبہ فزکس کے ڈاکٹر نذر' جو کہ خود بھی پرویز ہود بھائی کے شاگرد رہے ہیں' نے کہا کہ یہ لوگ نہ صرف اینٹی پاکستان اور اینٹی اسلام بلکہ ملک کے غدار بھی ہیں۔ جن سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ یہ ایک مخصوص گروپ ہے۔ یہ لابی یونیورسٹی جیسے ادارے کو بدنام کر رہی ہے۔ ماضی میں ایک بار "میرٹ" ہوٹل میں ایک

کانفرنس میں ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے پاکستان کے خلاف سخت ہرزہ سرائی کی تھی' جس پر ان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا تھا۔ لیکن اس وقت کے امریکی سفیر نے حکومت پر دباؤ ڈال کر یہ مقدمہ خارج کروا دیا تھا۔ یہ گروپ کبھی "NGOs" کے نام پر' کبھی فلاسفیکل "Philosophical Society" سوسائٹی اور کبھی "بیداری" کی نام پر خواتین کو ٹریپ کرتا ہے۔ ڈاکٹر نذر نے کہا کہ شروع شروع میں' میں بھی اس گروپ سے بہت متاثر تھا۔ دراصل ان کا طریقہ واردات ایسا ہے کہ انسان کو ہوش اس وقت آتا ہے' جب وہاں سے نکلنے کا راستہ باقی نہیں رہتا۔ اس اینٹی گروپ کو امریکہ سے NPT پر سیمینار کروانے کے لیے لاکھوں ڈالر ملتے ہیں۔ یہ اس یونیورسٹی میں بہت سے ایسے سیمینار کرواتے ہیں جس میں یہ باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پاکستان ایک غریب اور کمزور ملک ہے۔ اس کی ترقی کے لیے ایٹمی ٹیکنالوجی زہر کی حیثیت رکھتی ہے۔

شعبہ مطالعہ پاکستان کے پروفیسر ڈاکٹر مسعود نے "خبریں" سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ اینٹی گروپ ان چار پانچ لوگوں کا گروپ ہے' جنہوں نے خود پر ایک ایسا خول چڑھا رکھا ہے کہ ان کے اصلی چہرے تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ لوگ محب وطن ہیں تو پھر ہود بھائی کا بی بی سی کو اینٹی پاکستان انٹرویو کس سلسلے کی کڑی ہے۔ ان لوگوں کے زیادہ تعلقات قادیانیوں سے ہیں' حکومت جانتے بوجھتے ہوئے بھی ایسے لوگوں کو کیوں کھلا چھوڑ رہی ہے؟ طالب علم مبشر اکبر نے کہا کہ ویسے پاکستان کو دھماکہ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن بھارتی ایٹمی دھماکوں نے پاکستان کو ایٹمی دھماکے کرنے کا جواز فراہم کر دیا۔ ہر وہ بات قابل مذمت ہے جو پاکستان کو عالمی سطح پر ذرا سا بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ سہیل مقبول نے کہا کہ ایٹمی دھماکوں کے بغیر پاکستان کی بقا ممکن نہیں تھی' یونیورسٹی کو ایک تعلیمی ادارہ ہی رہنا چاہیے' اسے ہرگز سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

(روزنامہ "خبریں" ۴ مئی ۱۹۹۸ء)

مدیر ''سرراہے'' کا تبصرہ

''اخباری اطلاعات کے مطابق گزشتہ روز اسلام آباد میں پاک انڈیا پیپلز فورم کے آرگنائزر کی پٹائی ہوگئی۔ اس فورم نے پاکستان کے ایٹمی تجربات پر اپنے رد عمل کے اظہار کے لیے ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کر رکھا تھا جس میں پاک بھارت فورم کے دانشور جمع تھے۔ لیکن قائداعظم یونیورسٹی کے پروفیسر اے ایچ نیر نے جب ایٹمی دھماکوں پر پاکستان کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو حاضرین برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے پریس کانفرنس الٹ دی۔

ہمیں پاک بھارت فرینڈ شپ فورم سے بڑی ہمدردی ہے لیکن ہم حیران ہیں کہ انہیں ''آ بیل مجھے مار'' کے مصداق پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف پریس کانفرنس منعقد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ اسلام آباد کے ایک پٹھان چوکیدار نے ایک بھارتی سفارت کار کا سر پھاڑ دیا تھا کیونکہ اس نے پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کا مذاق اڑایا تھا۔ پاکستان میں چند ایسے دانشور موجود ہیں جنہیں پاکستان کی ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ انہی لوگوں نے گزشتہ برس ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا فرضی جنازہ نکالا تھا اور انہیں اسلام آباد کی ایک شاہراہ کے قریب دفن کر دیا تھا۔ یہ دانشور بھارت کو کچھ نہیں کہتے۔ ان کا سارا زور پاکستان پر چلتا ہے۔ ہود بھائی ہوں' یہود بھائی ہوں یا ہنود بھائی۔ یہ سب عالم اسلام کو ترقی کرتے نہیں دیکھ سکتے۔ ہم ان بیہود بھائیوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ اپنا ہیڈ کوارٹر تل ابیب منتقل کر لیں۔ پاکستان میں ان کی دانشوری کی دال نہیں گلے گی''۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' ۴ جون ۹۸ء)

مدیر ''سرراہے'' کا تبصرہ

''قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے اساتذہ اور طلباء نے بتایا ہے کہ ان کی یونیورسٹی میں ایک اینٹی پاکستان اور اینٹی اسلام گروپ قائم ہے' جس کی سرپرستی شعبہ فزکس کے استاد ڈاکٹر ہود بھائی کر رہے ہیں۔ اس گروپ کے سرغنہ پروفیسر اقبال احمد ہیں جو ایک

امریکی یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں۔ پروفیسر اقبال احمد ڈاکٹر ہود بھائی کے سسر بھی ہیں۔ ان کے علاوہ پروفیسر اے ایچ نیر بھی اس گروپ میں شامل ہیں جنھوں نے گزشتہ روز پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف ایک پریس کانفرنس منعقد کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن حاضرین اور اخبار نویسوں نے ان کا جلسہ الٹ دیا۔ اس اینٹی پاکستان گروپ نے انٹرنیشنل ٹیلی فون اور فیکس بھی لگا رکھے ہیں اور ان کا رابطہ امریکہ سے ہروقت قائم رہتا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ یہ اینٹی پاکستان اور اینٹی اسلام گروپ قائداعظم کے نام پر قائم ہونے والی یونیورسٹی میں کیسے کام کر رہا ہے؟ کیا یونیورسٹی کو ان کے علاوہ دوسرے اساتذہ نہیں ملتے؟ مشرقی پاکستان میں بھی اسی قسم کے اساتذہ نے طلباء کو گمراہ کیا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ وہاں اسلامیات کی تعلیم دینے کے لیے بھی ہندو اساتذہ مقرر تھے۔ خدا جانے حکومت قائداعظم یونیورسٹی کے اساتذہ کا نوٹس کیوں نہیں لیتی؟ گورنمنٹ کالج لاہور میں بھی اسی قسم کا ایک گروہ کام کر رہا ہے جس نے پچھلے دنوں ایک بھارتی سکالر کو بلا کر پاکستان کو گالیاں دلوائی تھیں۔ اس کالج کی انتظامیہ نے اپنی انگریزی کی کتاب سے سوروں والا حصہ نکال دیا ہے لیکن جب تک ایسے لوگوں کو کالج سے باہر نہیں نکالا جاتا' وہ اپنی شرارتیں جاری رکھیں گے۔ ہم حکومت کو مشورہ دیں گے کہ وہ تعلیمی اداروں کو ناپاک جانوروں سے پاک کرے۔ کنوئیں سے بو کے نکالنے کا کیا فائدہ' جب تک وہاں سے کتا نہ نکالا جائے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' ۵ مئی ۹۸ء)

معروف شاعر محترم مظفر وارثی کا قطعہ

انڈو پاک پیپلز فورم...... (مظفر وارثی)

آ کر لگے جو تیر' بدن سے نکال دو
جو پھول سنگ زن ہو' چمن سے نکال دو

یہ کون ہیں، نہیں ہے حکومت کو کیا خبر
ننگ وطن گروہ، وطن سے نکال دو

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۱ مئی ۹۶ء)

قادیانیوں کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر سلام کو اپنی خدمات کے عوض یقین تھا کہ نوبل انعام اس کا مقدر بن چکا ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ انہوں نے امریکہ میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں اپنا کام پیش کیا۔ دوسرے دن انٹرنیشنل پریس میں تصویریں چھپیں، جس میں ڈاکٹر سلام اور Professor Oppenheimer جو کانفرنس میں صدارت کے فرائض انجام دے رہے تھے، سٹیج پر کھڑے ہیں۔ تصویر کا Caption تھا:

Salam is asking Prof. Oppenheimer: Give me my Noble Prize!

یاد رہے پروفیسر اوپن ہائمر ایک تھیوریٹیکل فزیسٹ تھے جو دوسری جنگ عظیم کے دوران ایٹم بم پراجیکٹ کے انچارج تھے۔ جس کا خفیہ نام مین ہٹن پراجیکٹ تھا۔

اسی تکبر و نخوت کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام کہتے ہیں کہ میں ارادتاً کانفرنسوں میں جاتا ہوں اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر سپیکرز کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا ہوں تاکہ وہ ہماری "خدمات" کا ذکر کرتے ہوئے میرا نام لینا نہ بھول جائیں۔

ڈاکٹر عبدالسلام ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۴ء تک تین سال گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر رہے۔ اس دوران کالج کے پرنسپل کی طرف سے انہیں درخواست کی گئی کہ وہ باقی پروفیسرز کی طرح تدریس کے علاوہ کچھ غیر نصابی فرائض بھی سرانجام دیں۔ اس کے لیے انہیں تین Options دی گئیں۔ ہوسٹل وارڈن کے فرائض یا کالج اکاؤنٹس کے چیف Treasurer یا کالج فٹ بال ٹیم کے پریذیڈنٹ۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام نے تحریری طور پر پرنسپل کو مطلع کیا کہ وہ قانونی طور پر تدریس کے علاوہ (پورے دن میں ایک یا دو پیریڈ) کوئی ذمہ داری پوری کرنے کے پابند نہیں۔ ہاں اگر یہ ڈیوٹی ناگزیر ہے تو انہیں اس کی اضافی تنخواہ (Over time) ادا کی جائے۔ بصورت دیگر وہ یہ فرائض سرانجام دینے سے قاصر ہیں۔

یہ واقعہ ڈاکٹر عبدالسلام کو خود غرض' لالچی اور مفاد پرست ثابت کرتا ہے۔

دسمبر ۱۹۵۱ء کی چھٹیوں میں مشہور سائنس دان پروفیسر پاؤلی (Pauli) ٹاٹا انسٹیٹیوٹ بمبئے (بھارت) کی دعوت پر ہندوستان آئے۔ پروفیسر پاؤلی ۱۹۴۵ء کے نوبل انعام یافتہ تھے۔ ہندوستان کے ڈاکٹر بھابھا نے ڈاکٹر سلام کو دعوت نامہ بھیجا۔ ڈاکٹر صاحب غیر قانونی طور پر Ex-Pakistan Leave اور NOC کے بغیر ہندوستان چلے گئے۔ واپسی پر کالج نے ڈاکٹر صاحب سے ایک سرکاری ملازم کی حیثیت سے بغیر اجازت ہندوستان جانے پر وضاحت طلب کی تو قادیانیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ آخرکار قادیانی وزیر خارجہ سر ظفراللہ کی سفارش پر ڈائریکٹر ایجوکیشن نے Without Pay Leave منظور کر کے اس دورہ کو قانونی متصور کرتے ہوئے معاملہ رفع دفع کر دیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی جگہ کوئی اور غریب پروفیسر ہوتا تو اسے یقیناً اس قانون شکنی پر نوکری سے ہاتھ دھونا پڑتے۔

قارئین کے لیے یہ بات بھی دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ڈاکٹر عبدالسلام جب گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھایا کرتے تھے تو طلبہ نے پرنسپل سے شکایت کی کہ انہیں پڑھانا نہیں آتا اور نہ ہی وہ پڑھانے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ اس لیے ان کے لیے کسی نئے استاد کا بندوبست کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کی سالانہ Confidential رپورٹ پر پرنسپل نے مندرجہ ذیل ریمارکس تحریر فرمائے:

Dr. Abdul Salam is not fit for Govt College Lahore. He may be researcher, but he is not a good college man.

یہ تاریخی ریمارکس آج بھی گورنمنٹ کالج کے ریکارڈ سے ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ بعد میں پرنسپل کے ان ریمارکس پر وہ شرمندہ ہو کر گورنمنٹ کالج چھوڑ کر چلے گئے۔ جنہیں ہمارے نام نہاد دانشور کہتے ہیں کہ وہ پاکستان میں سائنس کے تاریک مستقبل کی بناء پر مایوس ہو کر برطانیہ چلے گئے تھے۔

جن دنوں ICTP کے قیام کی تجویز زیر غور تھی' پاکستان میں صدر ایوب کی حکومت تھی۔ ڈاکٹر سلام' صدر پاکستان کے ایڈوائزر تھے۔ جنرل ایوب' سلام صاحب کے مداح تھے

اور ان کا احترام کرتے تھے۔ ڈاکٹر سلام نے خواہش ظاہر کی کہ کیوں نہ یہ سنٹر پاکستان میں قائم ہو۔ چنانچہ انہوں نے حکومت وقت سے کہا کہ وہ بھی دوسرے ممالک کی طرح اس سنٹر کے قیام کے لیے پیشکش دیں۔ صدر ایوب نے وزارت خزانہ اور متعلقہ اداروں سے رائے طلب کی۔ متعلقہ اداروں نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان میں تھیوریٹیکل فزکس سینٹر کے قیام کے لیے نہیں بلکہ یہاں ایک انٹرنیشنل طرز کا ہوٹل قائم کرنا چاہتے ہیں' جہاں آکر سائنس دان اپنی چھٹیاں گزار سکیں اور اس کی آڑ میں پاکستان میں سائنسی و ایٹمی پروگرام پر کڑی نظر رکھ سکیں۔ اس حساس رپورٹ کے بعد صدر ایوب بہت پریشان ہوئے اور ڈاکٹر عبدالسلام کو مشکوک قرار دے کر ان سے ملاقاتوں میں بے حد محتاط رہنے لگے۔

ایک اور واقعہ سنئے۔ جب ڈاکٹر سلام کو ۱۹۷۹ء کا مشترکہ نوبل انعام ملا تو مختلف ممالک سے انہیں اعزازات سے نوازنے کے لیے مدعو کیا جا رہا تھا۔ حکومت پاکستان نے بھی دعوت کا پیغام بھیجا۔ سلام صاحب نے جواب میں پاکستان میں سائنسی ترقی کے متعلق کچھ باتیں کہیں۔ اس سلسلہ میں سلام صاحب کی طرف سے کئی ایک پیغامات آئے۔ ایک پیغام اس وقت کے چیئرمین ایٹمی توانائی کمیشن منیر احمد صاحب کے لیے تھا جو ان دنوں حکومت پاکستان کی طرف سے تقریب کے انتظامات کروا رہے تھے۔ ڈاکٹر سلام نے کہا کہ منیر احمد خان سے کہیں کہ وہ حکومت پاکستان کو بتا دیں کہ مجھے ذاتی طور پر ان کے اعزاز اور میڈل کی کوئی بھوک نہیں۔ مجھے جس میڈل کی تمنا تھی' وہ مجھے مل گیا ہے۔ ہاں البتہ اگر وہ پاکستان کی سائنسی ترقی کے لیے کوئی سنجیدہ اقدامات کرنے کے لیے تیار ہیں تو میں ضرور آؤں گا۔ انہوں نے یہ بھی خواہش کی کہ اعزاز کی تقریب "ربوہ" ضلع جھنگ میں ہو۔ قصہ مختصر ڈاکٹر سلام پاکستان آئے تو ان کی اور ان کے خاندان کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ قائداعظم یونیورسٹی کی طرف سے اعزازی ڈگری بھی دی گئی۔ ڈاکٹر سلام نے جنرل ضیاء الحق کو یہ پیشکش دی کہ میں اپنے نوبل انعام کی پوری رقم ۵۶۶ ہزار ڈالر وقف کرنے کو تیار ہوں جس سے پاکستانی طلباء بیرون ملک جا کر سائنس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں گے بشرطیکہ حکومت پاکستان بھی اس کام کے لیے دس لاکھ ڈالر اپنی طرف سے مختص کرے۔

جنرل ضیاء نے اصولی طور پر اتفاق کیا اور کہا کہ ڈاکٹر سلام کی تجویز قبول ہے مگر ہماری بھی ایک شرط ہے کہ بیرون ممالک جا کر سائنس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی سلیکشن خالصتاً بلا امتیاز مذہب میرٹ پر ہوگی۔ بغیر میرٹ کے کسی بھی طالب علم کو خواہ وہ قادیانی ہو یا آپ کی سفارش' باہر نہیں بھجوایا جائے گا جیسا کہ ماضی میں بارہا ایسا ہوا کہ تمام شعبوں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جانے والے طلبہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ (جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملک کے اعلیٰ کلیدی عہدوں پر فائز ہیں) جن کی سفارش سر ظفراللہ قادیانی وزیر خارجہ کرتے اور یوں مسلمان اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلبہ کی حق تلفی ہوتی۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام نے فوراً جنرل ضیاء الحق کے نام تار بھیجا کہ یہ تجویز مجھے منظور نہیں۔ اس صورت میں تو میں اپنی الگ فاؤنڈیشن قائم کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۹۸۶ء میں یونیسکو کے نئے ڈائریکٹر جنرل کا انتخاب ہونا تھا۔ ملک میں ایک مخصوص لابی نے ڈاکٹر عبدالسلام کا نام تجویز کیا۔ اٹلی کے وزیر خارجہ گیلیو اندروتے اور امریکی وزیر خارجہ جارج شلز کے علاوہ کئی اسلام دشمن ممالک بالخصوص روس' برطانیہ اور بھارت ان کی نامزدگی کے لیے بھرپور کوشش کرنے لگے۔ ان حکومتوں کا پرنٹ میڈیا ڈاکٹر سلام کی شان میں قصیدے پڑھنے اور ان کے قلابے آسماں سے ملانے لگا۔ ادھر حکومت پاکستان نے انہیں نامزد کرنے سے انکار کر دیا اور ان کی جگہ صاحبزادہ یعقوب علی خان (سابق وزیر خارجہ) کو نامزد کر دیا۔ چونکہ ڈاکٹر سلام اس پوزیشن کے لیے مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترتے تھے اس لیے ڈاکٹر صاحب یہ انتخاب بری طرح ہار گئے۔ دوسری طرف ڈاکٹر عبدالسلام کی پاکستان کے خلاف زبردست لابنگ کے باعث ان کے حریف صاحبزادہ یعقوب علی خاں بھی انتخاب ہار گئے۔ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے اخبار نویسوں سے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "یہ پاکستان کی Missed Opportunities کی کہانی ہے"۔

پاکستان کے محب وطن حلقوں کے لیے یہ بات انتہائی تشویش کا باعث ہوگی کہ پاکستان کی بہت بڑی علمی درس گاہ "گورنمنٹ کالج لاہور" اس وقت کلی طور پر قادیانیوں کے نرغے میں آچکی ہے۔ اس عظیم درس گاہ کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت سیکولر اور

لادین بنا جا رہا ہے۔ اس کے سلیبس میں شامل تمام اسلامی مضامین کو خارج کر دیا گیا ہے۔ اسلام اور پاکستان کی مخالفت پر مبنی مضامین کے علاوہ انتہائی غیر اخلاقی اور قابل اعتراض تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ تسلیمہ نسرین اور سلمان رشدی کی دل آزار تحریروں کو "آزادی اظہار" کا حق قرار دیا جا رہا ہے۔ کلاس روم اور میٹنگز میں تلاوت ممنوع قرار دے دی گئی ہے۔ پروفیسر حضرات کی طرف سے شعائر اسلامی کا سرعام مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ سیکس کو ذاتی مسئلہ قرار دے کر اس پر بحث کی جاتی ہے۔ کالج کا مجموعی ماحول غیر سنجیدہ اور مادر پدر آزاد ہوتا جا رہا ہے۔ قادیانی لابی اس سلسلہ میں پیش پیش ہے۔ کالج میگزین "راوی" کے مضامین میں ڈاکٹر عبدالسلام کو نہ صرف مسلمان (یہ آئین و قانون کی صریحاً خلاف ورزی ہے) بلکہ عالم اسلام کا نجات دہندہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اہل علم و دانش کے لیے یہ صورت حال قابل تشویش ہے۔

خود قادیانیوں کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام دنیا کے پہلے شخص تھے جنہوں نے آئن سٹائن کے خواب کی تعبیر کے حصول کے لیے عملی قدم اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے ایک ذیلی ادارے یونیسکو (UNESCO) نے ۱۹۷۹ء میں ڈاکٹر سلام کو ان کی "خدمات" کے ضمن میں "آئن سٹائن میڈل" سے نوازا۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی "مخصوص خدمات" کے پیش نظر روس کی ایک سائنس اکیڈمی نے ۱۹۸۳ء میں انہیں "لومونسو گولڈ میڈل" (Lomonseve Gold Medal) دیا۔

صدر محمد ضیاء الحق سے لاکھ اختلافات کے باوجود کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ موصوف پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے محافظ اور نہایت محب وطن انسان تھے۔ ان کے دور میں پاکستان دفاعی لحاظ سے بہت زیادہ مستحکم ہوا۔ یہ ضیاء الحق ہی تھے کہ جن کے تدبر اور آہنی عزم و ہمت سے روس جیسی سپر پاور کو افغانستان میں بدترین شکست ہوئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ صدر ضیاء الحق پاکستان کو ناقابل تسخیر بنانا چاہتے تھے۔ جس کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ کہوٹہ ایٹمی سنٹر کے ساتھ ان کی والہانہ توجہ اور دلچسپی تھی۔

معروف دانشور ڈاکٹر وحید عشرت لکھتے ہیں:

"مشہور قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی پاکستان دشمنی میں پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کے راز حکومت امریکہ کو پہنچائے جس پر جنرل ضیاء نے کہا کہ "اس کتیا کے بچے کو کبھی میرے سامنے نہ لانا' یہ امریکہ' برطانیہ اور یہودیوں کا گماشتہ ہے اور اسی لیے اسے نوبل انعام دیا گیا"۔

(روزنامہ "امت" کراچی' ۸ جنوری ۱۹۹۸ء)

جن دنوں ڈاکٹر عبدالسلام پنجاب یونیورسٹی میں پڑھایا کرتے تھے' انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے یہاں فزکس ڈیپارٹمنٹ میں ایک " ریسرچ سنٹر" قائم کرنے کی درخواست کی۔ وائس چانسلر نے محکمہ تعلیم اور حکومت کے بااختیار افسران سے مشورہ کیا اور ڈاکٹر صاحب کی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ حکومت نے ڈاکٹر عبدالسلام کو اس سنٹر کے اخراجات اور ریسرچ کے سلسلے میں ایک تفصیلی فریم ورک تیار کرنے کو کہا۔ ڈاکٹر سلام نے اس ریسرچ سنٹر کا فریم ورک تیار کر کے وائس چانسلر کو پیش کیا۔ کچھ عرصہ بعد حکومت کی طرف سے اس کی منظوری دے دی گئی اور ابتدائی طور پر رقم بھی فراہم کر دی گئی۔ لیکن بعد میں ڈاکٹر عبدالسلام نے اچانک ایک نئی شرط عائد کر دی کہ اس ریسرچ سنٹر میں دنیا کے مختلف ممالک سے یہودی ماہرین اور سائنس دان بھی ریسرچ کے لیے آسکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اس خواہش پر محبان وطن چونک پڑے۔ ڈاکٹر صاحب کے اس مطالبہ کی حمایت میں پنجاب یونیورسٹی میں سیکولر اور قادیانی لابی بھی کھل کر سامنے آگئی اور انہوں نے بھی اس کا مطالبہ کر دیا۔ حساس اداروں نے اسے سیکورٹی رسک قرار دیا جس پر حکومت نے اس ریسرچ سنٹر میں یہودیوں کی آمد پر پابندی عائد کر دی اور یوں ڈاکٹر صاحب کا ایک دیرینہ خواب پورا نہ ہوسکا۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام دل برداشتہ ہو کر پنجاب یونیورسٹی سے استعفیٰ دے کر بیرون ملک چلے گئے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے نام نہاد دانشور اس واقعہ سے مبینہ چشم پوشی کر کے کہتے ہیں کہ پاکستانی قوم نے اپنے اس "ہیرو" کی قدر نہیں کی اور وہ "وطن میں اجنبی" رہا۔ اب اس کھلی حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ قادیانیوں کے یہودیوں سے براہ راست مراسم ہیں جو اسلام اور پاکستان کے استحکام کے خلاف استعمال ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کے

بارے میں تاریخی جملہ فرمایا تھا کہ :

"قادیانیت 'یہودیت کا چربہ ہے۔"

اور پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام اپنے ایک تاریخی خط میں فرمایا تھا کہ :

"قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔"

ڈاکٹر عبدالسلام برصغیر کے دوسرے سائنس دان ہیں جنہیں نوبل انعام ملا۔ اس سے بیشتر یہ انعام فزکس میں بھارت کے ہندو پروفیسر سی وی رمن کو مل چکا ہے۔ وہ اکثر اس بات پر فخر کرتے کہ ہرگوبند کھورانہ جنہیں علم وراثت (GENETICS) میں 1976ء میں نوبل انعام ملا تھا' وہ ملتان کے قریب پیدا ہوئے تھے اور میں (ڈاکٹر عبدالسلام) جھنگ میں پیدا ہوا۔ اس لحاظ سے برصغیر کے معاملے میں جھنگ اور ملتان کو سب سے زیادہ انعامات اور اعزازات حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ آخر دم تک پاکستان دشمن ممالک کے آلہ کار کے طور پر کام کرتے رہے۔ اسی لئے وہ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے ایٹم بم کے حوالہ سے شدید نفرت کرتے تھے جبکہ اس کے مقابلہ میں وہ بھارت کے مشہور سائنس دان " ڈاکٹر سوامی ناتھن" اور بھارت کے ایٹمی انرجی کمیشن کے سربراہ "بھابھا" کی تعریف کرتے اور انہیں "فخر انڈیا" قرار دیتے۔ انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ " میں ان دونوں شخصیات کے نظریات کی پیروی کر رہا ہوں اور میرا بھی وہی نظریہ ہے جو ان دونوں شخصیات کا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ وہ (بقول ڈاکٹر عبدالسلام) جب کبھی بھارت گئے' بمبئی' دہلی' کلکتہ' امرتسر' حیدر آباد' مدراس' بھونیشور اور بنگلور کے لوگوں نے ان کی آمد کی خوشی میں اس طرح جشن منایا گویا پورے برصغیر کا جشن ہو' عوام ان کی آمد پر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل بالخصوص "ٹائمز آف انڈیا" اور " السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا" ان کی آمد پر خصوصی ضمیمہ جات شائع کرتے۔ جنوری 81ء کے دورہ بھارت کے موقع پر ٹائمز آف انڈیا نے انہیں "

رستم ہند" کا خطاب دیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ برائے بنیادی تحقیق بمبئی اور انڈین نیشنل سائنس اکیڈمی نئی دہلی کے باقاعدہ رکن رہے۔ انہیں مختلف موقع پر گورونانک یونیورسٹی امرتسر اور ہندو یونیورسٹی بنارس نے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگریاں دیں۔ اس کے علاوہ کلکتہ یونیورسٹی نے انہیں "سردیو پرشاد سرواد ھیکاری" گولڈ میڈل دیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام اپنے اعزاز میں منعقدہ ہر تقریب میں اپنی کامیابی کا سہرا اپنی جماعت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی اور اپنے ہندو اساتذہ ایشا کمار (چندی گڑھ)' لالہ ہنس راج بھاٹلہ (دہلی) پروفیسر اے این گنگولی (کلکتہ) اور پی ٹی چندی (بنگلور) کے سر باندھتے۔"

(ڈاکٹر عبدالسلام شخصیت اور کارنامے ص 146 از احمد سلیم)

جنوری 1981ء میں اپنے دورہ بھارت کے متعلق ڈاکٹر عبدالسلام نے ایک سوال کے جواب میں کہا:

سوال : ہندوستان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے متعلق ایک مرتبہ سینیٹر مونی ہن (Senator Monihan) نے کہا تھا کہ 2000 تک ہندوستان ایک زبردست طاقت کا مالک بن جائے گا۔ آپ کو ان کی رائے سے کہاں تک اتفاق ہے؟

جواب : اس دورے کے دوران مجھے ہر چیز بڑے ناز اور فخر سے دکھائی گئی جس میں خاص طور پر بھابھا تحقیق کا مرکز' حیدر آباد کا نیوکلیائی ایندھن تیار کرنے کا پلانٹ' بنگلور کا مصنوعی سیارہ تیار کرنے کا اسٹیشن اور 140 Mv کا تغیر پذیر توانائی سائیکلو ٹران (Variable Energy Cyclotron) شامل ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ خصوصیت کا حامل مصنوعی سیارہ کا مرکز ہے۔ جہاں مجھے بتلایا گیا ہے کہ بیس سالہ جاپانی تجربے کو صرف چھ سال میں اپنا کر چار مصنوعی سیارے تیز تر برق رسانی اور مواصلاتی نظام کو کنٹرول کرنے اور موسم کی پیش گوئی کرنے کے لئے از خود تیار کئے ہیں۔ اس مرکز میں 600 سائنس دان کام کر رہے ہیں۔ جس کا سالانہ بجٹ چودہ کروڑ روپے ہے جو کچھ مجھے دکھلایا' وہ بے شک ایک اونچے معیار اور اعلیٰ

درجے کا تکنیکی کارنامہ ہے' جس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جو چیز بھی اس میں استعمال ہوئی ہے' اندرون ملک تیار کی گئی ہے۔

بہرحال جہاں تک ہندوستان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا تعلق ہے' یہ کلمات وہاں میں نے بڑے فخر کے ساتھ کہے کہ اب ہندوستان کا شمار سائنسی نقطہ نگاہ سے دنیا کی تین بڑی طاقتوں میں ہونے لگا ہے۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا تامل میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ موفی ہن نے جو پیش گوئی کی تھی' وہ بالکل درست ثابت ہو رہی ہے۔ آپ دونوں ملکوں کے موازنے کی بات کر رہے ہیں تو ہندوستان کے دورے کے بعد اور وہاں ترقی دیکھنے کے بعد میرا خیال ہے کہ سائنسی نقشہ پر ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان کا وجود' نہیں کے برابر ہے اور پھر بھی پاکستانی حضرات اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

ہندوستان نے عالمی سائنسی کلب میں شرکت کرلی ہے' جبکہ پاکستان کا اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ پاکستان سے سائنس داں اور سائنسی انتظامیہ کے کچھ عہدیداران کا ایک وفد ہندوستان جائے اور وہاں دیکھے کہ وہ کیسے اور کیا کر رہے ہیں؟ اس طرح انہیں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا۔"

(ڈاکٹر عبدالسلام شخصیت اور کارنامے ص 149-148 از احمد سلیم)

ڈاکٹر عبدالسلام ایک سازش کے تحت پاکستانی سائنس دانوں کو ایسا قبیح مشورہ دے رہے تھے ورنہ انہیں بھی معلوم تھا کہ مشہور صحافی جناب محمد مسعود اظہر 26 جنوری 1994ء کو کشمیر کے مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے باقاعدہ بھارتی سفارت خانہ سے ویزا حاصل کرکے ایک صحافی کی حیثیت سے پاکستان سے دہلی اور وہاں سے سری نگر پہنچے مگر 10 فروری 1994ء کو بھارت نے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف انہیں بلا جواز گرفتار کرلیا بلکہ انہیں شدید ترین تشدد کا نشانہ بھی بنایا۔ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں سمیت تمام بھارتی اور مغربی میڈیا اس پر اب تک مجرمانہ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے۔ ان حالات میں پاکستان کے محب وطن اور انتہائی قیمتی ایٹمی سائنس دانوں کو دورہ بھارت کے دوران زندگی کی کیا ضمانت دی جاسکتی ہے؟ یہی کہ انہیں ڈاکٹر عبدالسلام کے اشارہ

پر گرفتار کرلیا جائے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ بھارت کے رحم و کرم پر اپنی زندگی بھارتی زندانوں میں گزار دیں۔

ایک موقع پر ڈاکٹر عبدالسلام نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ

"پاکستان کے پاس اسپرین بنانے کی بھی ٹیکنالوجی نہیں۔"

(روزنامہ نوائے وقت کراچی 11 ستمبر 1987ء)

ڈاکٹر صاحب سے پوچھا جاسکتا تھا کہ اس سلسلہ میں آپ نے ہماری کیا خدمت کی؟ ڈاکٹر صاحب ایسے بیانات صرف اور صرف ہماری تضحیک اور زخموں پر نمک چھڑکنے کے لئے جاری کرتے تھے ورنہ اگر انہیں پاکستان سے ذرا سی بھی محبت ہوتی تو وہ اس کی ترقی کے لئے ضرور کوئی کارنامہ سرانجام دیتے لیکن انہیں تو صرف ایک ہی غم کھائے جارہا تھا کہ پاکستان میں قادیانیت کا پودا کیوں نہیں پھل پھول رہا؟

ایک اور موقع پر انہوں نے پاکستان کے سائنس دانوں کی صلاحیتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ

"بھارت میں سائنس دان کم تنخواہوں اور مشاہروں پر زیادہ بہتر تحقیقاتی کام کر رہے ہیں۔"

(روزنامہ جنگ لاہور 23 جون 1988ء)

اس سلسلہ میں بھی ڈاکٹر صاحب سے پوچھا جاسکتا تھا کہ ان کے اس بیان کا کیا مقصد ہے؟ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا مندرجہ بالا بیان قادیانیوں کی بھارت دوستی اور بھارت نوازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حالانکہ ہمارے سائنس دانوں نے جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی سرپرستی میں ایسا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا کہ جس کی بنا پر پاکستان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفاعی لحاظ سے محفوظ ہوگیا۔

عبدالجبار مرزا اپنی زیر طبع کتاب "چھوٹے لوگ" میں لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر عبدالقدیر خان 27 اپریل 1996ء کو بحمداللہ ساٹھ سال کے ہوچکے ہیں۔ ہمارے ہاں صرف جسٹس صاحبان کی عمر کی حد 65 سال مقرر ہے جبکہ دوسری ملازمتوں میں ساٹھ سال ہے' اس طرح سابقہ حکومت کی سربراہ بے نظیر بھٹو نے

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی مدت ملازمت میں تین سال کی توسیع فرما دی تھی۔ 31 دسمبر 1995ء کے نوٹیفکیشن کے مطابق اب ڈاکٹر اے کیو خان کو یکم اپریل 1999ء تک کہوٹہ ایٹمی سنٹر میں آنے کی "اجازت" ہوگی حالانکہ جو ادارہ جس شخصیت کے نام منسوب کر دیا جائے تو وہ شخص تاحیات اس ادارے کا سربراہ قرار پاتا ہے اسے Extension کے طوق کی محتاجی نہیں رہتی۔ ممتاز صحافی اور میرے دیرینہ ساتھی جناب یونس خلش جنہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا پہلا باقاعدہ انٹرویو کرنے کا اعزاز حاصل ہے' وہ اپنی کتاب "ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور کہوٹہ ایٹمی سنٹر" میں ڈاکٹر خان کو دیئے گئے "جسٹس حمود الرحمان گولڈ میڈل" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "گولڈ میڈل تو کیا نوبل پرائز بھی ان کے جاوداں کارناموں اور خدمات کا متحمل نہیں ہو سکتا' اہل وطن کی نگاہیں ہر وقت ان کے لئے فرش راہ رہتی ہیں' یہ افتخار بانی پاکستان کے بعد اگر کسی شخص کے حصے میں آیا تو وہ فقط ڈاکٹر عبدالقدیر خان ہیں۔"

ایک ایسا شخص جو 1976ء میں 30,000 روپے ماہوار کی نوکری چھوڑ کر تین ہزار روپے مشاہرے پر پاکستان میں کام کرنے کو ترجیح دے' اس کے نزدیک روپے پیسے کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ کیا ڈاکٹر اے کیو خان پاکستان میں ملازمت کے حصول کے لئے آئے تھے؟ وہ جنہیں یورپ اور امریکہ ہاتھوں ہاتھ لینے کے انتظار میں دیوانے ہوئے جاتے ہیں' اسے Extension کی کیا ضرورت تھی' بے نظیر حکومت نے تین سال تک ملازمت میں توسیع دے کر خیال کیا کرتی تھی کہ انہوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے احسانات کا حساب بے باک کر دیا ہے۔ بیگم ہینی خان کیا سوچتی ہوں گی' یہ کس قسم کے احسان فراموش لوگ ہیں' جو محسنوں کو محتاج بنا دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ آج ہندو بنیا پاکستان کی طرف دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا' اور اس وقت ان کی حالت اور بھی عبرت ناک تھی جب 23 اگست 1994ء کو اعلان نیلا بٹ ہوا تھا۔ اس وقت کے بھارتی وزیراعظم نرسیماراؤ کو اپنے ممبران اسمبلی کو خاص طور پر کہنا پڑا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جاکر عوام کی ڈھارس بندھائیں کیونکہ وہ اسلامی بم سے بہت خوفزدہ ہو چکے ہیں۔"

ڈاکٹر خان نے سات آٹھ سال کی قلیل مدت اور کم لاگت سے وہ کچھ کر

دکھایا جو امریکہ جیسا ترقی یافتہ ملک 20 سال میں بھی نہیں کرسکا تھا۔ ڈاکٹر خان کی ہمارے لئے خدمات کیا ہیں اور ہمارا رویہ کیسا ہے؟ یہ سوال پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ صدر پاکستان سردار فاروق احمد خان لغاری نے تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ایوان صدر بلوا کر بڑے ہی ترنگ میں کہا کہ "ہم نے آپ کو تین سال کی Extension تجویز کی ہے لیکن ڈاکٹر خان نے تو کبھی نہیں کہا کہ ہم نے آپ کو عالم میں معتبر کیا ہے۔ ڈاکٹر خان اس "اسلامی" بم کا کریڈک کبھی تنہا قبول نہیں کرتے' وہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ "میری کامیابی میں میرے ساتھیوں کی محنت بھی شامل ہے اور وہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ کہوٹہ ایٹمی سنٹر میں کام کرنے والا ہر سائنس دان ڈاکٹر اے کیو خان ہے۔

بے نظیر کابینہ کی وہ میٹنگ اس سے بھی زیادہ افسوسناک تھی جس میں ڈاکٹر خان کی ملازمت میں توسیع دینے کا فیصلہ ہوا تھا۔ کابینہ کے اس مخصوص اجلاس کے دوران مختلف آراء سامنے آئی تھیں۔ ایک وزیر صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی اب کوئی خاص ضرورت تو ہے نہیں' پھر کیوں نہ کسی دوسرے کو موقع دیا جائے' ان کے دوسرے ہم منصب نے فرمایا کہ تین سال کی Extension کوئی ضروری نہیں ہے' اگر بہت ہی مجبوری ہے تو پھر انہیں بھی موجودہ اسمبلی کی معیاد 1998ء تک' ملازمت میں توسیع دے دی جائے' اس کے بعد جو بھی حکومت آئے وہ خود فیصلہ کرلے۔ لیکن بے نظیر بھٹو نے کہا کہ اگر ہم نے ڈاکٹر اے کیو خان کو Extension نہ دی تو عوام میں اس کا منفی ردعمل ہوگا۔ جہاں تک ہماری اسمبلی کا تعلق ہے تو اکتوبر 1998ء سے اپریل 1999ء تک چھ ماہ کا ہی تو فرق ہے' یوں پھر بادل نخواستہ ڈاکٹر خان کو "بے روزگار" ہونے سے تین سال کے لئے بچا لیا گیا۔ بھلا اس سے بہتر اور آبرو مندانہ طریقہ ڈاکٹر صاحب کی خدمات کے اعتراف کا اور کیا ہوگا؟

کہر سی شہر وفا پر چھا گئی مرزا مگر
تم ہو ایسے بے خبر جیسے ہوا کچھ بھی نہیں

حال ہی میں 23 مارچ کو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو تمغہ پیش کیا گیا جس پر

تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے کہا تھا کہ یہ تمغہ میری عمر بھر کی کمائی ہے۔ وہ عبدالقدیر خان جو اس ایک تمغہ کو اپنی عمر بھر کی کمائی سے تعبیر کر رہے ہیں' انہیں اگر کہوٹہ ایٹمی سنٹر کا تاحیات سربراہ بنا دیا جاتا تو یقیناً انہیں عمر بھر کا سکون میسر آجاتا کہ ان کی خدمات کو تسلیم کرلیا گیا ہے۔"

ڈاکٹر عبدالسلام نے 1964ء میں اٹلی کے شہر "تریستے" میں آئی سی ٹی پی کے نام سے "انٹرنیشنل سنٹر فار تھیورٹیکل فزکس" (بین الاقوامی انسٹی ٹیوٹ برائے نظریاتی طبیعات) قائم کیا جس کے وہ پہلے سربراہ اور ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر اٹلی کے پروفیسر پاؤلی بودینی مقرر ہوئے اور ان کے معاون بلجیئم کے ڈاکٹر اینڈرے ھندے ہیں۔ اس ادارے کے تمام تر اخراجات حکومت اٹلی برداشت کرتی ہے جس نے مرکز کی عمارت کی تعمیر میں بھی مالی امداد کی جو تقریباً دو ملین ڈالر ہے۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی اور یونیسکو میں سے ہر ایک نے ایک لاکھ پچاس ہزار ڈالر دیئے ہیں۔ بقیہ رقم کا انتظام کرنے والوں میں دو یہودی ادارے سویڈیش بین الاقوامی ترقیاتی اتھارٹی اور فورڈ فاؤنڈیشن اہم ہیں۔ 1962ء میں بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کی جنرل کانفرنس نے اس مرکز کے قیام کی منظور دی۔ بقول پروفیسر سلام "یہ میری زندگی کا یادگار دن تھا۔ میں تمباکو کا استعمال کم کرتا ہوں لیکن اس دن میں نے تقریباً 50 سگریٹ پئے۔"

اس سنٹر میں ایک لمبی راہداری جو پروفیسر سلام کے دوسری منزل پر واقع کمرے تک لے جاتی ہے' مرکز کے روحانی سرپرستوں آئن سٹائن' نیلسن بور' اوپن ہائمر' ورنر ہائزن برگ' وولف گینگ پالی اور لوئی دی برولر وغیرہ کی تصاویر سے آراستہ ہے اور ان سب کے درمیان قادیانی جماعت کے سربراہ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی قد آور تصویر آویزاں ہے جو ڈاکٹر عبدالسلام نے خصوصی طور پر بنوائی۔

حال ہی میں ڈاکٹر عبدالسلام کی کتاب "Ideals and Realities" کا اردو ترجمہ "ارمان اور حقیقت" کے عنوان سے شہزاد احمد نے کیا

شہزاد احمد کو اس "خدمت" کے صلے میں پاکستان کی گولڈن

جوبلی کے موقع پر 14 اگست 1997ء کو صدر مملکت فاروق احمد خان لغاری نے تمغہ حسن کارکردگی سے نوازا۔ معروف کالم نگار جناب نذیر ناجی نے اپنے ایک کالم میں لکھا کہ شہزاد احمد کا نام 1997ء کی فہرست میں شامل نہیں تھا' انہوں نے اپنے قلم سے اس فہرست میں شہزاد احمد کا نام لکھ دیا۔ شہزاد احمد جس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں' اس کا ضمیر ہی گستاخی اور غداری سے اٹھا ہے۔ شہزاد احمد کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ ہمارے ہاں کس قبیل کے لوگ دانشور کہلوا کر حکومت کی نظروں میں سرخرو ہو کر انعام حاصل کرتے ہیں۔ شہزاد احمد کا شعر ہے

جس قدر جلدی ہو اس کچے مکان سے کوچ کر
ابر کو مولا کی رحمت کا پیامی مت سمجھ

معروف ادیب جناب انور سدید اپنے کالم "گفت نی" میں لکھتے ہیں۔

"دو ایوارڈ یافتگان یعنی محمد صفدر میر اور شوکت صدیقی پکے اشتراکیت پسند صحافی اور کمیونسٹ ادیب ہیں۔ وہ ترقی پسند تحریک پر سرکاری پابندی لگائے جانے کے بعد بھی خود کو ترقی پسند نظریے کا ادیب شمار کرتے ہیں۔ وہ پاکستان کی نظریاتی اساس سے کبھی متفق نہیں ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ سوویت یونین کے انہدام کے بعد بھی وہ ملک میں سرخ انقلاب لانے کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ نذیر ناجی اس قسم کے ادیبوں کو ایوارڈ دلانے پر فخر کا اظہار کر رہے ہیں' جن کی سیاسی سرگرمیاں اور وابستگیاں ہمیشہ ان عناصر کے ساتھ رہیں' جو تحریک و تخلیق پاکستان سے متفق نہیں تھے یا جو نذیر ناجی کی طرح سابقہ پیپلز پارٹی کے حامی تھے۔ حیرت کی بات یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کو ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر بھٹو نے ایوارڈ کے قابل نہیں سمجھا' وہ مسلم لیگ حکومت میں نذیر ناجی کے منظور نظر قرار پا گئے ہیں۔"

(روزنامہ خبریں لاہور 28 اگست 1997ء)

حال ہی میں قادیانی جماعت نے ڈاکٹر عبدالسلام کی وفات پر مختلف اخبارات و جرائد میں شائع ہونے والے کالم اور مضامین کو اکٹھا کر کے "الندا‏ء" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ قادیانی جماعت کے آرگن ہفت روزہ "لاہور" نے اپنی اشاعت 4 اکتوبر 1997ء میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ

"یہ تمام مقالات' اداریئے اور تبصرے تصدیق ہیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی) کے اس ارشاد کی کہ

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے فرقے کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور اپنے نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمے سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔"

یہ اقتباس ڈاکٹر عبدالسلام کی بے جا تعریف و ستائش کرنے' اسے ہیرو بنانے اور اس کی پاکستان دشمنی سے مبینہ طور پر چشم پوشی کرنے والے نام نہاد دانشوروں بالخصوص الطاف گوہر' سعید احمد' میاں ظفیر احمد' عبدالعزیز خالد' اصغر علی گھرال' مسعود حسن' قاضی جاوید' اردشیر کاؤس جی' پرویز ہود بھائی' ڈاکٹر انیس عالم' زاہدہ حنا' افضل توصیف' ڈاکٹر منیر احمد خان' احمد ندیم قاسمی' مستنصر حسین تارڑ' ڈاکٹر مجاہد کامران' ڈاکٹر عقیلہ اسلام' ڈاکٹر نصیر احمد خاں' شیر افضل جعفری' ڈاکٹر اجمل نیازی' جی ایم پراچہ' آل احمد سرور' راغب مراد آبادی' پروفیسر اسرار احمد اور محمد خلیل کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ ہے۔ میرے خیال میں ان سب کو دینی و ملی غیرت و حمیت کے پیش نظر چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔

اپنے خنجر سے کرو گے خودکشی
ہاں یہی انجام ہے تمہارا یہی

